منتقلی ایڈیشن — ۳۰ / اگست ۱۹۲۷ء

ALFZAL

QADIAN

جلد ۱۵ — نمبر ۱۸

ہفتہ میں دوبار

اخبار الفضل قادیان

فی پرچہ ۲/

ایڈیٹر غلام نبی

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا




بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

# کلام الٰہی

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ (سورہ صف)

تشریح فرمودہ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ جو کام تم نے کیا نہیں۔ اس کے کرنے کا دعویٰ کیوں کرتے ہو۔ اللہ کو یہ بات نہایت ہی ناپسند ہے کہ ان باتوں کا دعویٰ کرو۔ جو تم نے نہیں کیں۔ (اس لئے کہ جب لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ یونہی جھوٹی باتیں بنانے والوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ تو وہ بھی جھوٹے کارنامے بیان کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس طرح قومی کیرکٹر تباہ ہو جاتا ہے۔) اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں لڑتے ہیں۔ سینہ بہ سینہ کھڑے ہو کر گویا وہ ایسی دیوار ہیں۔ جس پر سیسہ پگلا کر ڈالا ہوا ہے۔

یہ آیات اس زمانہ کے متعلق ہیں۔ آجکل دعوے بہت کئے جاتے ہیں۔ اور کام کم۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ایک بات کے نہ کرنے اور دو کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ نہ کرنے کی بات تو یہ ہے کہ فضول دعوے نہ کرو۔ اور کرنے کی باتیں یہ ہیں۔ اوّل۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ اللہ کے دین کی اشاعت کرو۔ تبلیغ اسلام پر زور دو۔ دوم۔ آپس میں کامل اتحاد ہو۔ تفرقہ اور انشقاق نہ ہو۔ اب مسلمانوں کی کامیابی کا انہی باتوں پر انحصار ہے۔

# صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

(از سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ۔ بنت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

**(۱)**

میرے آقا میرے نبیِ کریم
شان تیری گماں سے بڑھ کر
تیری تعریف اور میں ناچیز
تیرا رتبہ ہے فہم سے بالا
مدح تیری ہے زندگی میری
ساری دنیا کے حق میں رحمت ہے
بند کرکے نہ آنکھ مُنہ کھولے
حق نے بندوں پہ رحم فرمایا

بانی و پاکبازِ دینِ قویم
حُسن و احسان میں نظیرِ عدیم
گنگ ہوتی ہے یاں زبانِ کلیم
سرنگوں ہو رہی ہے عقلِ سلیم
تیری تعریف ہے تری تعلیم
سب پہ جاری ہے تیرا فیضِ عمیم
کاش سوچے ذرا عدو لئیم
اِک نمونہ بنا کے دِکھلایا

اُسوۂ پاک خُلقِ ربّانی — صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا
منتہائے کمالِ انسانی — صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

**(۲)**

کیا کہیں ہم کہ کیا دیا تُو نے
آدمی میں نہ آدمیت تھی
لے کے آبِ حیات تُو آیا
سخت گرداب گمرہی میں تھے
ہو کے اندھے پڑے بھٹکتے تھے
تا بہ مقصود جو کہ پہنچائے
رُوح جسکے لئے تڑپتی تھی
تیرا پایہ تو بس یہی پایا

ہر بلا سے چھڑا دیا تُو نے
اسکو انساں بنا دیا تُو نے
مر رہے تھے جِلا دیا تُو نے
پار ہم کو لگا دیا تُو نے
ہم کو بِینا بنا دیا تُو نے
وہی رستہ بتا دیا تُو نے
اس کا جلوہ دِکھا دیا تُو نے
تیرے پانے سے ہی خُدا پایا

مُصحفِ دید عکسِ یزدانی — صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا
منتہائے کمالِ انسانی — صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

**(۳)**

بخدا بے عدیل ہے احمدؐ
کیوں نہ ہو پھر جمال میں کامل
باعثِ نازِ حضرتِ آدم
اس سے بڑھ کر ہزار شان میں ہے
"خلق میں آپ ہے مثال اپنی
وجہِ تسکینِ قلبِ مضطر ہے
"زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے"
بحرِ رحمت نے جوش فرمایا

شانِ "ربِّ جلیل" ہے احمدؐ
جب کہ "نورِ جمیل" ہے احمدؐ
عزّ و فخرِ خلیل ہے احمدؐ
جس نبی کا مثیل ہے احمدؐ
آپ اپنی دلیل ہے احمدؐ
راحِ رُوحِ علیل ہے احمدؐ
چشمۂ سلسبیل ہے احمدؐ
بن کے ابرِ کرم جو تو آیا

منبعِ جُود و فضلِ رحمانی — صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا
منتہائے کمالِ انسانی — صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

**(۴)**

السّلام اے نبیِ والاشان
حضرتِ ذوالجلال کے محبوب
تو مدینہ ہے علمِ اکمل کا
سارے جھگڑے چکا دئے تُو نے
پاک اسمائے انبیاء کردی
منہزم ہو چکی تھی جب توحید
جب زمانے میں دورِ ظلمت تھا
اے سراجِ منیر تُو آیا

والصّلوٰۃ اے مؤسّسِ ایماں
جسکی خاطر ہوئی بنائے جہاں
تیرا سینہ ہے مہبطِ قرآں
اے شہِ عدل صاحبِ فرقاں
ہمہ بودند زیرِ صد بہتان
غالب آیا تھا لشکرِ شیطاں
حق و باطل میں کچھ نہ تھی پہچان
ساری دُنیا میں نور پھیلایا

مہرِ عالم طبیبِ رُوحانی — صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا
منتہائے کمالِ انسانی — صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

## حضرتِ امامِ جماعتِ احمدیہ کا شملہ کا پتہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا شملہ میں پتہ کنگز لے (Kingsley) ہے۔ اور ٹیلیفون کا نمبر ۲۵۸۵ ہے احباب کنگز لے کے پتہ پر براہ راست خط و کتابت کریں۔ اور جو دوست بذریعہ ٹیلیفون حضرت سے کسی معاملہ کے متعلق کچھ معلوم کرنا چاہیں۔ وہ حضور سے ٹیلیفون پر بھی دریافت فرما سکتے ہیں۔

خاکسار یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری از شملہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۳۰ / اگست ۱۹۲۷ء

# حضرت امام جماعت احمدیہ کے ذریعہ مسلمانوں کی ایک اور کامیابی

## حکومت ہند نے آپ کے مطالبہ قانون کو تسلیم کر لیا

(از ایڈیٹر)

سب کو معلوم ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے اشتہار "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرنیوالے کیا اب بھی بیدار نہ ہونگے" کے بعد گورنمنٹ پنجاب کو "ورتمان" کا ناپاک اور گندہ پرچہ ضبط کرنے اور اس کے ایڈیٹر و مضمون نگار پر مقدمہ چلانے کی طرف فوری توجہ پیدا ہوئی۔ پھر جب "ورتمان" کا مقدمہ ہائیکورٹ میں منتقل ہوا۔ اور آنریبل چیف جسٹس نے اسے ایک جج کے سپرد کیا۔ تو حضرت امام جماعت احمدیہ نے گورنمنٹ پنجاب کو بذریعہ تار توجہ دلائی۔ کہ یہ مقدمہ ایک سے زیادہ ججوں کے سامنے پیش ہو تاکہ دفعہ ۱۵۳ الف کے متعلق جسٹس دلیپ سنگھ نے مقدمہ راجپال میں جو فیصلہ دیا ہے اسکی تحقیق ہو جائے۔ اس معقول مطالبہ کو گورنمنٹ نے منظور کر لیا۔ اور چیف جسٹس صاحب جو رخصت پر جا رہے تھے بمبئی سے واپس آ گئے اور مقدمہ ورتمان ڈویژن بنچ کے سپرد ہو گیا۔ جس کا فیصلہ ایک طرف تو مسلمانوں کے اضطراب اور بے چینی میں کمی پیدا کرنے کا موجب ہوا۔ اور دوسری طرف اس سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ جسٹس دلیپ سنگھ نے دفعہ ۱۵۳ الف کی جو تشریح کی وہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ اور راجپال کے متعلق فیصلہ دیتے ہوئے جسٹس موصوف نے سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

---

اسبات کے اسی ہائیکورٹ کے ڈویژن بنچ کے ذریعہ ثابت ہو جانیکے بعد جس کے ایک جج کنور دلیپ سنگھ ہیں۔ اور اس طرح انکے فیصلہ کے مسترد ہو چکنے کے بعد اس امر کی ضرورت تھی کہ بزرگان مذاہب کی توہین کے انسداد کے لئے گورنمنٹ سے زیادہ واضح اور زیادہ مکمل قانون بنانے کا مطالبہ کیا جاتا۔ چنانچہ ڈویژن بنچ کے فیصلہ صادر کرنیکے معاً بعد حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنی پہلی فرصت میں اسی طرف توجہ فرمائی۔ اور "فیصلہ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں موجودہ قانون کے نقائص نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کرکے مکمل قانون بنانے کا گورنمنٹ سے مطالبہ کیا۔ جن اصحاب کی نظر سے یہ اشتہار گذرا ہے۔ وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس میں کتنے زور۔ کس قدر وضاحت اور کیسی معقولیت کے ساتھ گورنمنٹ ہند کو توہین بزرگان دین کے متعلق قانون بنانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

---

اس بارے میں یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سنی جائیگی کہ گورنمنٹ ہند نے اس قسم کے قانون کا مسودہ اسمبلی میں پیش کرنا منظور کر لیا ہے۔ اور ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے حسب ذیل بیان اسوقت جبکہ حضرت امام جماعت احمدیہ بنفس نفیس مسلمانوں کے ملکی و قومی حقوق کی نگہداشت کے سلسلہ میں شملہ میں رونق افروز ہیں۔ شائع ہوا ہے:۔

"شملہ ۲۲ اگست۔ مذاہب کی توہین۔ یا دوسروں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنیکے لئے شر انگیز مضامین کی افسوسناک اشاعت کے پیش نظر حکومت ہند نے موجودہ قانون کی دفعات کو محض اسی لئے بنظر امعان ملاحظہ کیا۔ کہ ان میں سے کسی کو قوی تر بنانے کی ضرورت ہے یا نہیں لیکن قانون پر غور کرنے کے بعد یہ معلوم ہوا۔ کہ اس قسم کی تحریرات تعزیرات ہند کے باب پانزدہم کی گرفت میں نہیں آتی ہیں کیونکہ یہ باب محض ان جرائم پر حاوی ہے۔ جو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی تمام تحریرات دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کے رو سے قابل مواخذہ ہیں کیونکہ ایسا تو بہت ہی شاذ و نادر ہوتا ہے۔ کہ ان سے دو مختلف جماعتوں کے درمیان نفرت و حقارت کے جذبات کو ترقی دینے کی کوشش کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

لیکن یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ طریقہ ایسے افعال کو قابل مواخذہ قرار دینے کے لئے ایک ٹیڑھا سا طریقہ ہے۔ جنہیں خود ہی مورد تعزیر ہونا چاہیئے۔ عام اس سے کہ ان افعال سے مختلف جماعتوں کے درمیان منافرت و مغائرت کے جذبات کو ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔

لہٰذا حکومت ہند نے فیصلہ کر لیا ہے کہ لیجسلیٹو اسمبلی میں فوراً ایک مسودہ قانون پیش کر دیا جائے۔ تاکہ تعزیرات ہند کے باب پانزدہم میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ ہو جائے۔ جس کے رو سے کسی مذہب کی عمداً توہین یا توہین کی کوشش یا ملک معظم کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے یا مجروح کرنیکی کوشش کو بذات خود ایک جرم قرار دیا جا سکے۔

اس دفعہ کو کتاب الآئین پر لانیکے لئے ضابطہ فوجداری میں بھی بعض ترمیمات کی جائیں گی۔ جو اسی اجلاس میں پیش ہونگی۔"

---

یہ سرکاری اعلان نہ صرف اس لحاظ سے مسلمانوں کے لئے قابل طمانیت ہے۔ کہ جس قسم کا قانون بنانے کا مطالبہ حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کیطرف سے کیا تھا۔ اسے منظور کر لیا گیا ہے۔ بلکہ اس لئے بھی کہ یہ دفعہ ۱۵۳ الف کی اس تشریح کو بھی غلط قرار دیتا ہے۔ جو جسٹس دلیپ سنگھ نے کی۔ اور یہ ہائیکورٹ لاہور کے فیصلہ "ورتمان" کے بعد مسلمانوں کے اس ناسور کے لئے بطور مرہم ہے جو جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ نے پیدا کر دیا تھا۔ اور یہ محض حضرت امام جماعت احمدیہ کی صائب اور صحیح مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

---

بعض اطراف سے کسی نئے قانون کا مطالبہ اسوقت کیا گیا جبکہ "ورتمان" کے مقدمہ کا ابھی فیصلہ نہ ہوا تھا۔ اور بعض نے تو جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کو بالکل حق بجانب قرار دیتے ہوئے قاضی کا نہیں بلکہ قانون کا نقص بتایا۔ اور اس طرح گورنمنٹ سے نئے قانون کا مطالبہ کیا۔ لیکن ایسے مرحلہ پر یہ مطالبہ قطعاً مناسب نہ تھا۔ کیونکہ یہ مطالبہ تو "ورتمان" کے مقدمہ کے فیصلہ ہو جانیکے بعد بھی کیا جا سکتا تھا اور اس طرح نہ صرف اس مطالبہ میں کوئی حرج واقعہ نہ ہوتا۔ بلکہ اگر مقدمہ ورتمان کا بھی وہی انجام ہوتا۔ جو مقدمہ راجپال کا ہوا۔ تو گورنمنٹ نیا قانون بنانے کے لئے خود مجبور ہوتی۔ اور اس وقت مسلمانوں کے مطالبہ کے لئے بھی بہت زیادہ زور اور جوش کا مزید سامان مہیا ہو جاتا۔ لیکن "ورتمان" کے مقدمہ کے تصفیہ سے قبل نئے قانون کا مطالبہ کچھ بھی مفید نہ تھا۔ کیونکہ اگر گورنمنٹ اسے منظور کر لیتی۔ تو کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ کو ثبت دوام حاصل ہو جاتا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک کرنیوالے کو صاف بری کرکے انہوں نے اپنے آپکو جس اجر کا مستحق بنا لیا تھا۔ اسکی بجائے انہیں نیکنامی اور شہرت کا

وہ درجہ حاصل ہو جاتا۔ جو آجتک انکے کسی پیشرو کو حاصل نہیں ہوُا۔ کیونکہ انکے فیصلہ کے بعد نیا قانون بنانے کے یہ معنی ہونے۔ کہ پہلا قانون جسے کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ دینے کی تاریخ تک اس جرم میں مؤثر سمجھا جاتا رہا اور بڑے بڑے ججوں میں سے کسی کی قابلیت اور قانون دانی اسکے بے اثر ہونے کا احساس نہ کر سکی۔ وہ کنور صاحب کی ژرف نگاہی سے نہ بچ سکا جونہی انکے سامنے آیا۔ انہوں نے اسے بے جان ثابت کر دیا۔ اور وسیع ترین مملکت برطانیہ میں سے کسی قانون دان کو انکی رائے کے خلاف ایک لفظ لکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ اور آخر کار گورنمنٹ کو نیا قانون بنانا پڑا ؞

---

ظاہر ہے کہ یہ پہلو مسلمانوں کے لئے کس قدر ناگوار اور کتنا رنج افزا تھا۔ لیکن اس کا احساس صرف **حضرت امام جماعت احمدیہ** کو ہوُا۔ اور آپ نے اسوقت تک کہ "ورتمان" کے مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو گیا۔ کسی نئے قانون کا قطعاً مطالبہ نہ کیا۔ لیکن جب ڈویژن بنچ نے اس کا فیصلہ کر کے کنور دلیپ سنگھ کے فیصلہ اور انکی تشریح کو مسترد کر دیا۔ اور جس امر کے وہ مستحق تھے۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ تو **حضرت امام جماعت احمدیہ** نے نہایت پُر زور طریق سے گورنمنٹ کو توجہ دلائی اور باوجود اس کے کہ ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب اپنی ایک تقریر میں فرما چکے تھے۔ کہ:-

"اس مقدمہ کا نتیجہ یہ فیصلہ کرے گا۔ کہ آیا ہمارے سلئے موجودہ قانون ہی کافی ہے یا ہمیں اس میں ترمیم کرنے کے لئے مجلس وضع قوانین تک جانا پڑے گا۔"

یعنی ورتمان کا بھی اگر وہی فیصلہ ہُوا۔ جو راجپال کا ہوُا۔ تب گورنمنٹ قانون کی ترمیم کے لئے اسمبلی میں سوال پیش کریگی لیکن **حضرت امام جماعت احمدیہ** کی تحریک کا یہ اثر ہوُا۔ کہ باوجود "ورتمان" کے مقدمہ میں یہ ثابت ہو جانے کے کہ موجودہ قانون بھی راجپالوں۔ دیوی شرنوں۔ کالی چرنوں کو سزا دینے کے لئے کافی ہے گورنمنٹ نے نیا قانون اسمبلی میں پیش کرنے کا اعلان کر دیا ہے ؞

---

یہ وہ تازہ کامیابی ہے۔ جو **حضرت امام جماعت احمدیہ** ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے اور جو اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ حالات میں خدا تعالیٰ آپ ہی کی کوششوں کو نتیجہ خیز اور مسلمانوں کے لئے باعثِ کامرانی ثابت کر رہا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؞

چونکہ ان دنوں **حضرت امام جماعت احمدیہ** شملہ میں ہی تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم مسلمان ممبران اسمبلی سے گذارش کرینگے۔ کہ اگر وہ اس مسودہ قانون کے متعلق حضور سے مشورہ حاصل کر لیں گے تو وہ کامیابی کے ساتھ اور مکمل شکل میں اسمبلی سے پاس کرانے میں کامیاب ہو سکینگے ؞

---

# ہندوؤں سے صلح کے شرائط

## (ارشاد فرمودہ)

## حضرت امام جماعت احمدیہ

(حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۵ اگست کو حسب ذیل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا)

ہندو مسلمانوں کے درمیان پچھلے دنوں جو اختلاف پیدا ہوُا ہے اسکے جائز و ناجائز ہونے کو نظر انداز کر کے اسباب کے متعلق کوئی بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ملک کی بہبودی اور دُنیا کے امن کے قیام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس قسم کے فساد اور فتنے ضرور مضر ہوتے ہیں۔ لیکن جس طرح لڑائی کو ہر شخص ناپسند کرتا ہے اور جس طرح جنگ ہمیشہ سے بُری سمجھی گئی ہے۔ اسی طرح دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کے لوگ جنکے اخلاق کے سامنے دُنیا نے سر جُھکا دیئے۔ جنگ کی ضرورت کے قائل بھی رہے ہیں۔ اور نہ صرف قائل رہے ہیں خود جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں بلکہ انہوں نے جنگیں برپا کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے مطابق بعض چیزیں اچھی اور بعض بری ہوتی ہیں میرا اپنا خیال تو یہی ہے۔ جیسا میں نے بیان کیا ہے کہ ہر چیز ہی موقع کے لحاظ سے اچھی اور بُری ہو سکتی ہے لیکن اگر ہر چیز کے لئے یہ خیال نہ بھی کیا جائے۔ تو بہت سی چیزوں کے متعلق تو یہ کہنا ضرور ٹھیک ہے۔ پس تلوار کی لڑائی بھی اور بندوقوں کی جنگ بھی اور توپوں کی بوچھاڑ بھی بعض موقعوں پر اچھی اور بعض پر بُری ہوتی ہے لیکن بعض جگہ انصاف کے قیام کے لئے تلوار کا اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ بعض جگہ امن کے قیام کے لئے ایک فتنہ پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بظاہر جو چیز اسوقت فتنہ معلوم ہوتی ہے۔ درحقیقت دنیا کی بہتری اور بھلائی کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح موجودہ فتنہ جو ہندو مسلمانوں کے جھگڑوں کا پیدا ہوُا ہے۔ گو اس کے بواعث کیسے ہی خطرناک اور اخلاق و دیانت سے کتنے ہی گرے ہوئے کیوں نہوں۔ آیندہ امن کے قیام میں بہت مدد دے سکتا ہے بشرطیکہ اس فتنہ کا لمبا ہوتے جانا بعض لحاظ سے ضرور ضرر رساں ہے پس جلد یا بدیر دنیا کو یا کم از کم ہندوستان کے لوگوں کو سوچنا پڑیگا۔ کہ اس فتنہ کے دُور کرنیکے ذرائع کیا ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے کہ جب ایک قوم کو دوسری قوم سے اپنے افعال کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے تو خواہ دیانتداری سے یا بددیانتی سے سچائی پر اپنی آواز کو مبنی کر کے یا فریب سے مدد لیتے ہوئے وہ قوم ایک رنگ میں ندامت کا اظہار کرتی ہے۔ مگر بسا اوقات اس ندامت کے اظہار میں منصوبہ اور مکر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو صلح کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے اس لئے نہیں بڑھاتا۔ کہ صلح کرنا چاہتا ہے بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے مناسب موقع نہ دیکھا تھا۔ جس وقت کہ جنگ کی بُنیاد رکھی۔ اب مجھے دوسرے وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اور اس وقت صلح کر کے اپنا پیچھا چُھڑانا چاہیئے۔ ایسے وقت میں صلح کے لئے جو کچھ وہ کہتا ہے وہ صرف الفاظ ہوتے ہیں۔ جو حقیقت سے خالی ہوتے ہیں۔ اور خالی الفاظ کی صلح پر قومی زندگی کی بنیاد قائم نہیں کی جا سکتی۔ پس صلح کے متعلق جب سوال اُٹھایا جائے تو اس پر بہت احتیاط سے غور کرنیکی ضرورت ہے اسوقت جبکہ ہندوؤں میں یہ احساس پیدا ہو۔ کہ انہوں نے بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کرنے میں غلطی کی ہے اور وہ ظاہر کریں کہ صلح پر آمادہ ہیں۔ تو اسلام کی تعلیم تقاضا کریگی کہ مسلمان اس آمادگی پر نفرت کا اظہار نکریں۔ بلکہ خود بھی آمادگی کا اظہار کریں۔ چونکہ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے۔ جلد یا بدیر وہ وقت آنے والا ہے۔ جب صلح کا سوال پیدا ہو گا۔ اس لئے ہمیں پہلے سے سوچنا چاہیئے۔ کہ ایسے موقع پر کن شرائط سے ہمیں صلح کرنی چاہیئے۔ اور کیسی صلح سے اجتناب کرنا چاہیئے ؞

بہت سے کمزور طبع انسان جو محض جھگڑے کو دیکھ کر دشمن کے خلاف کھڑے ہوتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں دشمن صلح کے لئے کہتا ہے تو کہہ دیتے ہیں اب جھگڑے کی کیا بات ہے۔ صلح کر کے جھگڑا ختم کرنا چاہیئے۔ لیکن یہ امر ان لوگوں کی بُزدلی پر دلالت کرتا ہے نہ کہ جرأت پر۔ یہ اس امر پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ انکے اخلاق اعلیٰ ہیں بلکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں ہمت کی کمی ہے جو لوگ دین کی باتوں کو محض الفاظ کی صلح پر قربان کر کے صلح کرنیکے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ بیوقوف ہوتے ہیں۔ دیکھو بنو نضیر نے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حملے کے وقت محسوس کیا کہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور انکی یہ امیدیں پاش پاش ہو گئیں۔ کہ منافق مدد کرینگے تو انہوں نے فوراً کہلا بھیجا۔ کہ ہم اپنے کئے پر نادم ہیں اور اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہیں۔ ہم سے صلح کر لیجائے۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا۔ کہ اچھا تم نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ ہم تم سے صلح کرتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔ وہ ایسے افعال تھے جنکے لئے لفظی ندامت کافی نہ تھی۔ انکی صرف ایک غلطی نہ تھی بلکہ بیسیوں غلطیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تھیں۔ اور وہ ایسی نہ تھیں جنہیں اجتہاد کی کمزوری کی غلطی کہا جا سکے۔ بلکہ وہ غلطیاں ایسی تھیں۔ جن میں کمینہ پن۔ غداری۔ خفیہ سازش کی آمیزش تھی۔ اتنے لمبے تجربے اور اتنی غلطیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اور ایسی غلطیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو وقتی جوش کے ماتحت نہیں آسکتی تھیں بلکہ غداری اور سازش کے نتیجہ میں تھیں۔ انکی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان لوگوں کے لفظوں پر اعتبار نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ آپ نے اعتبار کیا۔ جب انہوں نے کہا ہم صلح کرتے ہیں۔ تو آپ نے

ڈالتے ہوئے اور ان کے اطوار و اعمال کا تجربہ سامنے رکھتے ہوئے آپ نے کہا ہم بھی صلح کیلئے تو تیار ہیں۔ مگر ہم اس صلح پر کسی نیک نتیجہ کا مدار نہیں رکھ سکتے۔ جو صرف اتنی ہو۔ کہ لڑائی بند ہو جائے۔ اگر تمہارا اس سے یہ مطلب ہے کہ پہلے کیطرح ہماری بغل میں بیٹھے رہو۔ اور جب موقع ملے چھری چلاتے رہو تو اسکے لئے ہم تیار نہیں۔ اب صلح اسی پر ہو سکتی ہے کہ دس دن کے اندر اندر تمام قلعے خالی کر دو۔

یہ وہ احتیاط تھی جو دنیا میں صلح کی سب سے بڑی خواہش رکھنے والے انسان نے کی۔ دنیا میں اگر کوئی سب سے زیادہ امن قائم کرنیوالا اور صلح رکھنے والا انسان ہو سکتا ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ مگر آپ نے بھی یہ نہیں کیا۔ کہ جب دشمن نے کہا صلح کر لو۔ تو آپ نے کہا کر لو۔ بلکہ آپ نے دیکھا۔ ان لوگوں نے کسی وقتی جوش کے ماتحت نہیں بلکہ سالہا سال کی شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے نتیجہ میں جنگ کی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیں۔ باہر کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ ہر قسم کے منصوبے کئے جب اتنے لمبے عرصہ میں انہوں نے خدا کا کوئی خوف نہ کیا۔ اور کسی شرافت کا ثبوت نہ دیا۔ تو آیندہ ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے۔ ان حالات میں آپ نے صلح تو کی۔ مگر ایسے شرائط پر کی۔ کہ آیندہ کے لئے خطرہ نہ رہے۔

اسوقت جو جھگڑا ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہے اسکے متعلق بھی ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا یہ وقتی جوش کے ماتحت پیدا ہوا۔ کسی ایک آدمی نے اٹھایا۔ یا سالہا سال کی کوششوں۔ تدبیروں اور منصوبہ بازیوں کا نتیجہ ہے۔ اور قوم کی قوم اسکے پیچھے ہے۔ اگر ایک لمحہ کیلئے بھی حالات پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اسکے اندر بہت بڑے اور بہت سے لوگوں کا دخل ہے۔ اور یہ منصوبہ بیسیوں سال سے چلا آرہا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کی ہتک آج نہیں کیگئی۔ بلکہ آج سے بہت عرصہ پہلے سے یہ ناپاک فعل عمل میں لایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ میر قاسم علی صاحب نے انیسویں صدی کا مہرشی۔ کے نام سے جو کتاب شائع کی۔ اسکی وجہ سے رنگیلا رسول لکھا گیا۔ جو انیسویں صدی کے مہرشی کا جواب ہے۔ اس طرح یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فتنہ کی ابتدا مسلمانوں نے کی اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو بھڑکایا۔ لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔ اسلام کے خلاف نیا سلسلہ کتابوں کا شدھی کی تحریک کے ساتھ شروع ہوا۔ ان دنوں میر صاحب کی کتاب سے پہلے کئی گندی کتابیں اور رسالے اسلام۔ اسلام کے خدا اور رسول کے متعلق آریوں کیطرف سے شائع کئے گئے۔ پس "رنگیلا رسول" انیسویں صدی کے مہرشی کے جواب میں نہیں لکھی گئی۔ بلکہ "انیسویں صدی کا مہرشی" ان کتابوں۔ رسالوں اور ٹریکٹوں کے جواب میں شائع کیگئی جو آریوں نے اسلام کے خلاف شائع کئے۔ اور جن میں نہایت ناپاک اور گندی گالیاں دیں۔ پھر وہ ان گندے الزامات کے جواب میں ہے جو شدھی کے میدان میں اسلام پر لگائے گئے۔ جس گندے پیرایہ میں اور جس خطرناک رنگ میں ملکانہ کے علاقہ میں اسلام کو پیش کیا جاتا تھا۔ اور بانی اسلام پر جسطرح گندے الزامات لگائے جاتے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ آریوں کو جواب دیئے جائیں۔ پس اگر ایک ایسے شخص نے جسکے مذہب پر اور جسکے ہادی پر ایسے گندے اعتراضات کئے گئے۔ پتھر کے مقابلہ میں پتھر سے جواب دیا۔ تو ہرگز کسی آریہ کا حق نہیں کہ یہ کہے "رنگیلا رسول" انیسویں صدی کے مہرشی کے جواب میں لکھی گئی۔ بلکہ ہمارا حق ہے کہ ہم کہیں۔ انیسویں صدی کا مہرشی ان کتابوں اور اُن رسالوں کے جواب میں لکھی گئی جو ملکانوں میں آریوں نے شائع کئے۔ اور ان تقریروں کے جواب میں لکھی گئی جو اسلام کے خلاف ہر جگہ آریوں کیطرف سے کئے جاتے ہیں۔ اور ان حملوں کا جواب ہے جو اسلام کی مقدس ہستیوں پر کئے جاتے ہیں۔ پس یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ ابتدا مسلمانوں کی طرف سے ہوئی۔ موجودہ فتنہ میں بھی ابتدا آریوں کیطرف سے ہی ہوئی۔ اور کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس جھگڑے سے پہلے ایک رنگ میں مذہبی امن قائم ہو گیا تھا جبکہ ہندو مسلمان مشترکہ طور پر سیاسی میدان میں کود پڑے تھے۔ ہندو مسلمان ایک دوسرے کو بھائی بھائی کہنے لگ گئے تھے۔ اس وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف مذہبی گالیاں بند ہو گئی تھیں۔ اور وہ پہلی جنگ جو رولٹ ایکٹ سے پہلے جاری تھی ختم ہو چکی تھی۔ پھر نئی جنگ شروع ہوئی جسکی ابتدا آریوں کی طرف سے ملکانوں کے علاقہ میں کیگئی۔ انکے اعتراضوں کے جواب بعض مسلمانوں نے دیئے۔ لیکن پھر بھی اگر دیکھا جائے تو آریوں کی دو کتابوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی ایک کتاب نکلی۔ مسلمانوں کا اگرچہ دفاعی پہلو تھا۔ اور اندفاع کرنے والے کو اعتراضوں کے جواب میں زیادہ لکھنا پڑتا ہے مگر پھر بھی آریوں کی طرف سے بہت زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اور اگر اس سے پہلے زمانہ کیطرف جائیں تو وہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہل آریوں کیطرف سے ہوئی۔ سب سے پہلی کتاب جو آریوں کے متعلق لکھی گئی۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب براہین احمدیہ ہے۔ آریہ کہتے ہیں۔ براہین احمدیہ سے اس جنگ کی ابتدا ہوئی۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ وہ کتاب موجود ہے اس میں نہ صرف یہ کہ گالیاں نہیں۔ بلکہ اسمیں یہ اصل پیش کیا گیا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف گالیاں نہیں دینی چاہئیں کسی مذہب کے خلاف گندے اور ناپاک اعتراض نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں۔ اس اصل کے ماتحت حضرت مرزا صاحب نے آریوں کو فرمایا۔ میں تین سو دلائل اسلام کی صداقت کے پیش کرونگا۔ تم انکو توڑ کر دکھاؤ جو انہیں توڑ دیگا۔ اسے دس ہزار روپیہ انعام دونگا۔ پس براہین احمدیہ ہی وہ پہلی کتاب ہے جس نے یہ اصل پیش کیا ہے۔ کہ دوسرے مذاہب پر اعتراض نہیں کرنے چاہئیں بلکہ اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کرنی چاہئیں جس کتاب نے اعتراضوں کا دروازہ بند کر دیا۔ اسکے متعلق یہ کہنا کہ اس سے لڑائی کی ابتدا ہوئی کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے اور وہ یہ کہ جب ہم براہین احمدیہ کے متعلق دیکھتے ہیں۔ کہ کیوں لکھی گئی۔ تو اس میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اسکی وجہ وہ گندی گالیاں ہیں جو آریوں کی طرف سے دیجاتی ہیں۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب سے گالیوں کی ابتدا ہوئی۔ یہ تو آریوں کی گالیاں روکنے کیلئے اور انہیں تہذیب و شرافت سکھانے کے لئے لکھی گئی۔ اگر کوئی کہے کہ آریوں کی وہ گالیاں کہاں ہیں جو براہین احمدیہ سے پہلے دی گئیں۔ تو اسے اندرمن کی کتابیں پڑھ لینی چاہئیں۔ پس یہ کہنا کہ براہین احمدیہ سے گالیوں کی ابتدا ہوئی۔ جھوٹ ہے۔ عیسائیوں کی گالیاں تو دو سو سال پہلے سے چلی آرہی ہیں۔ مگر اندرمن وغیرہ کی گالیاں براہین احمدیہ کی اشاعت سے پہلے کی ہیں۔ سب سے پہلی کتاب جو آریوں کے اندفاع میں لکھی گئی۔ براہین احمدیہ ہے اور وہ اس لئے لکھی گئی۔ کہ آریہ گالیاں دیتے تھے اور اس میں کہا گیا کہ دوسروں پر گندے اعتراض نہ کرو بلکہ اپنے مذہب کی خوبیاں پیش کرو۔ پس ابتدا بھی آریوں کی طرف سے ہوئی اور اب بھی فتنہ آریوں نے ہی اُٹھایا۔ بعض دفعہ آریہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ تحفۃ الہند وغیرہ کتابیں مسلمانوں کی طرف سے شائع کی گئیں۔ جن میں ہندوؤں کے مذہب پر حملے کئے گئے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ ان میں ہندوؤں پر حملے نہیں کئے گئے۔ بلکہ ہندوؤں کی اپنی روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ اور آریوں کا کوئی حق نہیں کہ ان کو اعتراض کے طور پر پیش کریں۔ کیونکہ جن مسائل پر ان کتابوں میں اعتراض کئے گئے ہیں۔ ان پر بہت سخت الفاظ میں پنڈت دیانند صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ پھر وہ کتابیں اسلام پر ناپاک حملے کرنے کی وجہ کس طرح ہو سکتی ہیں۔ ان مسائل پر خود پنڈت دیانند نے بہت سخت الفاظ میں اعتراض کئے ہیں۔ جوش اس بات پر آتا ہے۔ جسے انسان سچا سمجھتا ہو۔ اور دوسرا اس پر گندے اعتراض کرے۔ مگر وہ بات جسے کوئی شخص سچا ہی نہ سمجھے۔ بلکہ اس کا دشمن اس پر سخت اعتراض کرے۔ اس پر اگر کسی مسلمان نے اعتراض کیا تو اسے اسلام پر حملہ کرنیکی وجہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

غرض ناپاک اعتراضوں اور گندی گالیوں کی ابتدا آریوں کی طرف سے ہوئی جو مسلسل جاری رہی یہانتک کہ ۱۹۰۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لاہور کی آریہ پرتی ندھی سبھا نے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے خط لکھایا کہ آپ بھی اس سبھا کے جلسے میں پڑھے جانے کے لئے مضمون لکھیں۔ اس پر آپ نے لکھوایا کہ کیا نہ ہو کہ آریہ اس جلسے میں اسلام اور بانی اسلام کو گالیاں دیں اس کے متعلق تسلی ہو جانی چاہیئے۔ اس پر ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے لکھا۔ آریوں نے اطمینان دلایا ہے۔ کہ جلسے میں قطعاً کسی پر حملہ نہ کیا جائیگا حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنکر بہت خوش ہوئے۔ اور آپ نے مضمون لکھکر بھیجدیا جسمیں کوئی حملہ نہ تھا۔ بلکہ یہ بھی لکھا تھا۔ کہ ہم ہندو بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ مگر

باوجود وعدہ کرنے کے جسے کوئی شریف انسان توڑا نہیں کرتا۔ اور باوجود زبان دینے کے جسے کوئی شریف انسان واپس نہیں لیا کرتا آریوں نے سینکڑوں آدمیوں کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ڈاکو اور فاسق کے ناپاک الفاظ استعمال کئے۔ یہ وہ شرافت تھی۔ جو آریوں نے اس مضمون کے مقابلے میں اختیار کی۔ جو حضرت صاحب نے ان کے جلسے میں پڑھنے کیلئے بھیجا تھا۔ اور جس میں انکے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کا ذکر تھا۔ غرض ہم شروع سے دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ کہ اس قوم کی بدزبانی کی عادت چلی آتی ہے۔ اور اسپر وہ اپنی نجات کا انحصار سمجھتی ہے۔ پس جس قوم کی ساری ہسٹری گالیوں سے بھری ہوئی ہو۔ جس نے سب مذاہب کے بزرگوں کو گالیاں دی ہوں۔ جسنے اپنی قوم کے بزرگوں کو بھی گالیاں دینے سے نہ چھوڑا ہو۔ اسکے صرف منہ سے کہدینے سے کہ وہ صلح کرتی ہے ہم کسطرح صلح کیلئے تیار ہو سکتے ہیں۔

پس میرے نزدیک صلح تو ضرور ہونی چاہیئے۔ مگر اس سے پہلے کچھ شرائط بھی ضروری ہیں۔ کم از کم ہماری جماعت ان شرائط کی پابندی کرانا ضروری سمجھتی ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ دوسرے مسلمان بھی اس بات کو نظر انداز نہیں کرینگے۔ کہ لیڈروں کا صرف منہ سے کہدینا کافی نہیں۔ اس لئے کچھ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

میرے نزدیک سب سے پہلی شرط جو ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ دونوں قوموں کی طرف سے اس بات کا اقرار ہونا چاہیئے۔ کہ کوئی کتاب ایسی لکھی جائیگی جسمیں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کے متعلق دریدہ دہنی سے کام لیا جائے۔ یا ایسے اعتراض کئے جائیں۔ جن میں انکی تخفیف و تذلیل ہو۔ نہ کہ کسی مسئلہ کا حل۔ اگر کوئی شخص ایسی کتاب لکھے گا تو اسکی قوم ذمہ وار ہوگی۔ کہ اس کتاب کو جلادے۔ اور لکھنے والے کا بائیکاٹ کردے۔ اور لوگ اس سے تعلق نہ رکھیں۔ نہ بیاہ شادیوں میں بلائیں۔ نہ موت فوت میں شامل کریں۔ نہ رشتے لیں۔ نہ دیں۔ میں اپنی جماعت کی طرف سے اس قسم کا معاہدہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ کہ اگر کوئی احمدی ایسی کتاب لکھے۔ تو ہم اسکا بالکل بائیکاٹ کردینگے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں کی عزت کی حفاظت کیلئے مسلمانوں کا کوئی فرقہ کا بھی ایسا نہ ہوگا۔ جو اس معاہدہ کیلئے تیار نہ ہو۔ اور جب قوم کی قوم ایسا معاہدہ کریگی پھر کوئی جرات نہیں کرسکتا۔ کہ ایسی کتاب لکھے۔ صرف اس قسم کے الفاظ کہ مادر ہند کو اتحاد کی ضرورت ہے۔ ہمیں آپس میں رواداری سے رہنا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ ہمارے لئے کافی نہیں بلکہ ہمارے پاس کوئی ایسی بات ہونی چاہیئے۔ کہ جو فتنہ اٹھائے۔ اسے مناسب سزا دیجاسکے۔ اگر ہندو اس بات کا اقرار کریں۔ کہ ایسے شخص کا بائیکاٹ کردیا جائیگا۔ اور جو اس سے کسی قسم کا تعلق رکھیگا۔ یا ہمدردی کریگا۔ اسکا بھی بائیکاٹ کردیا جائیگا۔ تو اس صورت میں ہمارا صلح کی ایک شرط پوری ہوجاتی ہے۔ مگر اسکے علاوہ اور بھی شرطیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے چھوت چھات سے بہت فایدہ اٹھایا ہے۔ وہ جاہل لوگوں سے کہتے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم ان سے معزز ہیں۔ اور مسلمان ہماری چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ اسلئے کہ وہ ادنیٰ ہیں۔ سات سو سال سے ہندو مسلمانوں سے یہ سلوک کرتے آئے ہیں۔ جسکی مسلمانوں نے پرواہ نہ کی۔ مگر اب چونکہ اس بات کو مذہبی رنگ میں استعمال کیا گیا ہے۔ اسلئے اب ہم اس سلوک پر راضی نہیں ہوسکتے۔ ہوسکتا ہے کہ ہندو ہمیں علیحدہ طور پر کہدیں۔ کہ ہم تم سے چھوت چھات نہیں کرینگے۔ مگر ہم اسپر راضی نہ ہونگے۔ اور نہ اسپر راضی ہونگے۔ کہ کوئی ہندو کسی مسلمان کے ساتھ بیٹھکر کھا پی لے۔ بلکہ ہندو علی الاعلان مسلمانوں کے ساتھ کھائیں۔ اور آیندہ کیلئے اقرار کریں۔ کہ مسلمانوں سے چھوت چھات نہیں کرینگے۔ لیکن اگر یہ نہیں کرسکتے۔ تو پھر اس مسئلہ کو صلح کی شرائط میں ہی رکھیں جسطرح ہندو ہم سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ اور ہم کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ اسی طرح ہمارے چھوت چھات کرنے پر وہ کوئی اعتراض نہ کریں۔

صلح کی تیسری شرط ایک اور ہے۔ چونکہ ہماری قوم چھات چھات کی وجہ سے گرتی جارہی ہے۔ اور ذلت برداشت کر رہی ہے۔ اسلئے ہمیں ضرورت ہے۔ کہ اس ذلت کو دور کرنے کیلئے کوئی طریق اختیار کریں۔ یہ جو چوہڑے چمار اور اچھوت اقوام کے لوگ نظر آتے ہیں۔ گاؤں کے پاس علیحدہ جھونپڑیوں میں رہتے اور خود بھی اپنے آپکو ادنیٰ اور ذلیل سمجھتے ہیں۔ ایک وقت تھا۔ ہندوستان کی بادشاہت انکے قبضہ میں تھی۔ یہاں کے حکم ان تھے۔ سالہا سال تک انکی ملکیت تھی۔ لیکن جب آریہ ہندوستان میں آئے اور یہاں کے لوگوں کو شکست دیکر ان پر غالب آگئے۔ تو ان سے چھوت چھات شروع کردی۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ چند ہزار سال کے بعد ان لوگوں کی حالت ایسی ذلیل ہوگئی۔ جو نظر آرہی ہے۔ یہ لوگ کیوں شہروں سے باہر پنڈوروں میں رہتے ہیں۔ اس لئے کہ چھوت چھات انہیں باہر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر مسلمانوں کے متعلق بھی ہندوؤں کا یہ رویہ اسی طرح جاری رہا۔ تو ایکدن مسلمان بھی اس حالت پر پہنچ جائینگے۔ یہ چوہڑے چمار ذکی ہے۔ اب چوہڑوں سے کہکر دیکھ لو۔ کہ آدمیوں کی مجلس میں بیٹھو۔ تو وہ کہینگے نہیں جی ہم دوری اچھے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہزاروں سال کے سلوک سے ان کے نفس بالکل مرگئے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے۔ ایک دوست نے سنایا۔ جب شودرانند صاحب یہاں آئے اور انہوں نے تقریر کی۔ تو چونکہ چوہڑوں کے متعلق تھی۔ اسلئے ایک چوہڑے کے آنے پر اس سے کہا گیا۔ آگے آکر بیٹھو۔ مگر جوں جوں اسے آگے آنے کے لئے کہا جائے۔ وہ اور پیچھے ہٹتا جائے۔ اسوقت جبکہ دوسری قومیں اپنے حقوق کا پُرزور مطالبہ کررہی ہیں۔ چوہڑے چماروں کو اگر اپنے پاس بیٹھنے کے لئے بھی کہا جاتا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ ہم دور ہی اچھے ہیں۔ یہ ہزاروں سال کے بائیکاٹ اور چھوت چھات کی وجہ سے ہی ہے کہ یہ لوگ عزت نفس سے بھی محروم ہوگئے ہیں۔ اگر آج اس بات کا فیصلہ نہ کیا گیا۔ تو مسلمانوں کو بھی اسی ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرنا پڑیگا جسمیں چوہڑے اور سانسی گرے ہوئے ہیں۔ اگر مسلمان دیکھیں سمجھو کہ دیکھیں۔ تو اب بھی انہیں معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ وہ کس حالت کو پہنچ چکے ہیں۔ آج سے ایک سو سال پہلے وہ ہندوستان کے بادشاہ تھے۔ اور بادشاہوں کے پاس مال و دولت محکوم کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مگر آج ہر جگہ مسلمان ہندوؤں کے دست نگر ہیں۔ جسکی وجہ سوائے چھوت چھات کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر سو سال کے اندر اندر بادشاہ قوم کی یہ حالت ہوسکتی ہے۔ کہ وہ قریباً قریباً غلاموں کی طرح زندگی بسر کررہی ہے۔ تو سو سال کے بعد انکی حالت چوہڑوں اور چماروں سے بھی بدتر ہوجائیگی۔ چوہڑوں نے تو ہندوؤں کی کچھ باتیں اختیار کرلی ہیں۔ اسلئے ہندو ان پر رحم کرتے ہیں۔ مگر مسلمانوں پر قطعاً رحم نہ کرینگے۔

پس ہماری صلح کی شرائط میں سے ایک اہم شرط یہ بھی ہے۔ کہ ہمارے حقوق جو گورنمنٹ نے دیئے ہیں یا آیندہ دے۔ وہ ہماری آبادی اور اہمیت کے لحاظ سے دیئے جائیں۔ اور ہندو ان میں روک نہ بنیں۔ اگر مسلمانوں کو وہ حقوق نہ ملے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمان روز بروز گرتے جائینگے۔ صلح کے یہ معنی نہیں۔ کہ مسلمان ذلت اور نکبت کے گڑھے میں گر جائیں اور اپنے حقوق چھوڑ دیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ مسلمان بھی زندہ رہیں۔ اور معزز طور پر زندہ رہیں۔

پس ہماری یہ تین شرطیں ہونگی جن پر ہم صلح کرسکتے ہیں (۱) ہر قوم پر ذمہ داری ہوگی۔ کہ اگر کوئی شخص پہلی شرط کی خلاف ورزی کریگا۔ تو قوم اسکا بائیکاٹ کریگی۔ اور جو نہ کرینگے۔ ان کا بھی بائیکاٹ کیا جائیگا۔ اگر یہ نہ کیا جائے۔ تو اس قوم کے لیڈر ذمہ دار ہونگے۔ کہ وہ ایک مقررہ رقم بطور تاوان کے دیں۔ گو کسی نبیوں اور بزرگوں کی ہتک کا ازالہ تاوان سے کس طرح ہوسکتا ہے۔ خواہ کوئی لاکھ روپیہ دیدے۔ یہ صحیح ہے مگر ہم ایسے روپیہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے صحیح حالات شائع کرینگے۔ اور اس طرح ان اعتراضات کا ازالہ کرینگے

دوسری شرط یہ ہے۔ کہ ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات چھوڑ دیں۔ یا اسے صلح میں نہ کھیں۔ تیسری شرط یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق آبادی کے لحاظ سے حاصل ہوں اور ہندو ان میں روک نہ بنیں۔ بلکہ مددگار ہوں۔ اگر یہ تین شرطیں ہندوؤں کو منظور ہوں۔ تو ہم سب سے پہلے صلح کیلئے تیار ہیں۔ مگر صلح وہی کرینگے۔ جسکے نتیجے میں قوم ذلیل نہ ہو۔ مسلمان چوہڑے چمار نہ بنیں۔ ہمنے فیصلہ کیا ہی۔ بلکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے ہمپر ذمہ داری ہے۔ کہ ہم جو ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ یا باہر سے یہاں آئے۔ اسلام کے جھنڈے کو کھڑا کریں۔ اور اسکے لئے قوم کو زندہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ورنہ اگر مسلمان چوہڑے چماروں کیطرح ہوجائیں۔ تو پھر اسلام کا جھنڈا کون کھڑا کریگا۔ پس آج یا کل یہ سوال اٹھیگا۔ کہ ہندو مسلمانوں میں صلح ہو۔ اسلئے پہلے ہی یہ باتیں میں پیش کرتا ہوں۔ اگر ہندو صاحبان انہیں مان لیں۔ تو آج صلح ہوسکتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ ہندو لیڈر بجائے مسلمانوں کو گالیاں دینے کے اور جنگ تیز [illegible] کرنے کے اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال دلانے کے ان تجویزوں پر غور [illegible]

56

# اتحادِ عالم اسلامی

(جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب کے قلم سے)

## پین اسلامزم

تمام دنیا کے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو انگریزی زبان میں پین اسلامزم Pan-Islamism کہتے ہیں اور یوروپین مدبرین ہمیشہ اپنے اہل وطن کو پین اسلامزم کے فرضی اور خیالی بھوت کی ڈراونی اور بھیانک شکل سے ڈراتے رہے ہیں۔ کہ ایشیا اور افریقہ کے تمام مسلمان آپس میں اتحاد کر کے اور یکجا ہو کر ایک بہت بڑی قوت بنجائیں گے۔ اور ساری دنیا پر اپنی حکومت جمائیں گے۔ اور عیسائیوں کو کھا جائیں گے۔ اے عیسائیو۔ تم بیدار ہو ہوشیار ہو۔ مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے طیار ہو جاؤ۔ ان کے درمیان آپس میں تفرقہ ڈالو۔ ان کی طاقتوں کو توڑ دو۔ تاکہ وہ تمہارا مقابلہ نہ کر سکیں۔ مسلمانوں میں نہ کبھی ایسی بیداری ہوئی کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی سیاسی اور فوجی امداد یوروپین اقوام کے مقابلہ میں کریں۔ نہ اب ہے اور نہ آیندہ ہونے کی امید ہے لیکن اس فرضی بھوت نے دن بدن اہل یورپ اور امریکہ کو باہمی اتحاد کرنے اور اسلامی ملکوں اور قوموں کو کمزوری پر کمزوری دینے کے واسطے زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا۔ یہ نقصان اہل اسلام کو صرف ان ملکوں میں نہیں پہنچا۔ جہاں تھوڑی بہت ان کی حکومتیں قائم ہیں۔ بلکہ ہندوستان میں بھی اس کا اثر گہرا ہوا جب کبھی ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہوتا ہے۔ بعض انگریز حکام کو یہ خیال ہوتا ہے کہ ہندو اگر شور بھی کریں گے۔ جوش بھی دکھائیں گے۔ فساد بھی مچائیں گے۔ تو ان کا زور ہند کے اندر محدود ہے۔ اس کا دبانا آسان ہے اسکی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ لیکن مسلمان اگر اٹھیں گے۔ تو ان کے ساتھ ان کے بھائی افغان اور ایرانی اور ترک اور عرب اور مصری۔ اور دیگر سب حملے دینے کے واسطے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس واسطے مسلمانوں کو اٹھنے ہی نہ دو۔ غرض اس پین اسلامزم کے فرضی اتحاد کے خوف نے مسلمانوں کو ہر جگہ سخت نقصان پہنچایا ہے۔ حالانکہ اسکی کوئی ہستی دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہے اور نہ موجودہ حالات کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ایک کانفرنس کرنے کے واسطے مصر میں تجویز ہوئی۔ مکہ میں بھی کانفرنس ہوئی۔ مگر نتیجہ کیا ہوا۔ کچھ بھی نہیں +

## عدم ضرورت جنگ

یورپ کے مدبرین تو اس کوشش میں ہیں۔ کہ مسلمانوں کے درمیان آپس میں اتحاد نہ ہونے پائے۔ لیکن اگر وہ کوشش نہ بھی کریں تب بھی اس زمانہ میں مسلمانوں کے درمیان کوئی جنگی اور سیاسی اتحاد ہو ہی نہیں سکتا۔ کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس کا سبب ربانی مصلح حضرت مرزا صاحب نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔

ظاہر ہے خود نشان کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے اک قشرِ حقیقت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے
اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے

## اتحاد کن امور میں ہو

غرض جنگی اتحاد کی اب نہ ضرورت ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان آج جس اتحاد کی ضرورت ہے۔ وہ تبلیغی اتحاد ہے۔ کہ غیر مذاہب کے حملوں سے اسلامیوں کو بچایا جائے۔ اور مسلمانوں کو عیسائی بنجانے کے خطرے سے چھڑایا جائے۔ اور غیر قوموں کے درمیان دین متین اسلام کی اشاعت کی جائے۔ اگر وہ قومیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی خوبیوں کو سمجھ جائیں۔ اور دینِ اسلام کی گرویدہ ہو جائیں۔ تو پھر ہم ان کے سیاسی اور جنگی خطرات سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آجکل مسلمانوں کے درمیان بہت سے فرقے ہیں۔ لیکن اس اتحاد کے واسطے ضروری نہیں۔ کہ وہ فرقے اپنے امتیازی نشان کو چھوڑ دیں۔ یا ان سے یہ ناجائز مطالبہ کیا جائے۔ کہ وہ اپنے عقائد میں تبدیلی کر لیں۔ ہرگز نہیں بیشک سنّی اپنے دین پر قائم رہے۔ اور شیعہ اپنے مذہب پر پکا رہے۔ لیکن دین عیسوی اور فلسفہ جدید کے مقابلہ میں وہ متحد ہو کر جنگ کریں۔ اور اگر کوئی عیسائی یا بدھ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھ کر مسلمان ہونا چاہتا ہے تو اس کے اسلام لانے میں اس وجہ سے ہارج نہ ہوں۔ کہ وہ شیعہ بنتا ہے یا وہابی یا نیچری یا احمدی۔ اس کو مسلمان ہونے دیں بعد میں ان کا اختیار ہے۔ کہ وہ اپنے اثر اور دلائل اور روحانی قوت کے ساتھ اسے اپنے فرقہ کی خصوصیات کا قائل کر لیں ایسا ہی اگر کوئی ایک فرقہ غیر قوموں کے درمیان بشارتِ اسلام پہنچانے کے واسطے جاتا ہے۔ تو کوئی مسلمان اسکی راہ میں ہارج اور مخالفت کرنے والا نہ ہو۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے اس کی مدد کرے +

## رُوحانی قوت

مسلمان اس زمانہ میں اپنی فوجی اور ظاہری قوتوں کو کھو چکے ہیں۔ بالمقابل یوروپین اقوام ان مادی طاقتوں میں اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ مسلمان اب بھاگ کر بھی ان تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اور بھاگنا کیا جبکہ ابھی تک انہوں نے ان معاملات میں چلنا بھی نہیں سیکھا بلکہ اکثر تو ابھی تک بیدار بھی نہیں ہوئے۔ غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔ پس فوجی طاقتوں کے خیال کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے اہل اسلام کے پاس ایک سچا دین ہے قوی دلائل ہیں۔ اس دین کی زندہ برکات ہیں۔ اگر مسلمان پورے اخلاص سے اس پر عملدرآمد کریں۔ تو وہ اس کے ذریعہ سے دنیا بھر کے دلوں کو فتح کر سکتے ہیں۔ اور یہ فتح مشین گنوں۔ اور ایروپلینوں کی فتح سے ہزارہا درجہ بڑھ کر اور مفید اور بابرکت ہو گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان تائید دین اسلام کے واسطے ایک اجتماعی انجمن قائم کی جائے۔ اس غرض کے واسطے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ نے ایک انجمن ترقی اسلام قائم کر دی ہے جو اگرچہ سردست صرف ہندوستان کے اہل اسلام کے اتحاد کے واسطے بنائی گئی ہے۔ مگر تھوڑے تغیر قواعد کے ساتھ تمام دنیا کے مسلمانوں کو اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت ہندوستان کے ہر گوشہ سے ہر مذہب و فرقہ کے مسلمانوں کے خطوط اس میں شمولیت کے واسطے آرہے ہیں۔ اور اگر اس کو وسیع کیا جائے گا۔ تو تمام دنیا کے مسلمان اس میں انشاء اللہ بخوشی شامل ہو جائیں گے +

## ہندو کی تعریف

پنجاب چیف کورٹ میں ایک دفعہ یہ سوال اُٹھا تھا۔ کہ ہندو کی تعریف کیا ہے۔ اور ہندو کسے کہتے ہیں۔ کیونکہ ویدوں کے ماننے والے آریہ اور ویدوں کے منکر جینی۔ گائے کی پوجا کرنے والے ایسے سادھو جو گائے کا چھوڑ آدمی کا گوشت بھی کھا لینا جائز جانتے ہیں سب ہندوؤں میں شامل ہیں۔ اس وقت ایک بنگالی فاضل چیٹرجی نام چیف کورٹ کے جج تھے۔ انہوں نے بہت سی بحثیں سننے کے بعد اپنے فیصلہ میں لفظ ہندو کی یہ تعریف مقرر کی۔ کہ "جو اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے وہ ہندو ہے" کثرت فرقہائے کے لحاظ سے مسلمانوں میں بھی اب اتحاد مذہبی کے واسطے ایسا وقت آگیا ہے اور سیاسی اور تبلیغی اتحاد کے واسطے ضرور ہو گیا ہے کہ ہر ملک اور ہر مذہب کے مسلمان کو جو کلمہ گو ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید الانبیاء۔ اور قرآن شریف کو

آخری کتاب شریعت مانتا ہو۔ اس کو اس اتحاد کی غرض سے مسلمان سمجھا جائے۔ خواہ ہمارے دیگر عقائد کے لحاظ سے وہ مسلمان کہلانے کے لائق ہو یا نہ ہو ؛

**عربی زبان** عربی زبان دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان اتحاد کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ ہر ایک مسلمان کم از کم اذان عربی میں سُنتا۔ السلام علیکم عربی میں کہتا۔ اور نماز عربی میں پڑھتا۔ اور قرآن شریف عربی میں پڑھتا ہے۔ عربی زبان کے سیکھنے پڑھنے اور اس میں بولنے کی مشق کرنے میں تمام ممالک کے مسلمانوں کو سعی کرنی چاہیئے۔ اس کے ذریعہ سے مختلف ممالک کے مسلمانوں کو باہم ملنا اور تبادلہ خیالات کرنا بہت آسان ہو جائے گا ؛

**ملکی وفد** ہر ایک ملک کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے ملک کے چند ہوشیار آدمیوں کا ایک وفد دیگر ممالک کے مسلمانوں سے ملنے اور تبادلہ خیالات کرنے اور تبلیغ اسلام کے واسطے تدابیر سوچنے کے لئے بھیجیں۔ اس طرح مختلف ملکوں کے مسلمانوں میں باہم رابطہ محبت قائم ہو جائیگا جبکہ وفد کی غرض صرف دینی اور مذہبی ہوگی۔ اور جنگی اور سیاسی نہ ہوگی۔ تو حکومتیں ایسے وفد کی راہ میں کچھ رکاوٹ نہ کرینگی۔ اور مسلمان بآسانی مل کر اپنی روحانی قوتوں کو بڑھا سکیں گے۔ اور اپنے پاک دین کی اشاعت کے واسطے تدابیر سوچ سکیں گے۔ اور ان پر غور کر سکیں گے ؛

**متمول مسلمانوں کو تحریک** اسلامی بادشاہوں۔ نوابوں اور رؤساء کو اس طرف توجہ دلانی چاہیئے کہ وہ اپنے ذاتی مصارف سے کم از کم ایک ایک اسلامی تبلیغی مشن عیسائی ممالک میں جاری کر دیں۔ یا پہلے جو مشن قائم ہیں۔ ان میں ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ لیں۔ اور وہ تمام مبلغین جو دنیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہے ہیں۔ وہ آپس میں بذریعہ خطوط تبادلۂ خیالات کرتے رہیں۔ اور ایک دوسرے کو اپنے کام سے اطلاع دیتے رہا کریں ؛

**حج سے فائدہ** حج کے موقعہ پر دُنیا بھر کے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ اس اجتماع سے باہمی اتحاد کے حصول میں فائدہ حاصل کرنا چاہیئے۔ مختلف ممالک کے حجاج اپنے اپنے نمائندے دیں۔ اور ان سب نمائندوں کی ایک کانفرنس ایام حج میں یا ان کے ایک دو روز بعد مکہ معظمہ میں قائم کیجائے یہ کانفرنس مذہبی۔ تبلیغی اور اقتصادی ہونی چاہیئے۔ جنگ اور سیاسیات سے اس کا کچھ تعلق نہ ہو۔ امور سلطنت بادشاہوں کے لئے چھوڑ دینے چاہئیں۔ اور مسلمانوں کو باہم مل کر اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ دین اسلام تمام دنیا میں کس طرح پھیل سکتا ہے اور مسلمانوں کی اقتصادی بہتری کے کیا وسائل ہیں۔ تجارت۔ صنعت۔ حرفت۔ جہاز رانی۔ مشین سازی میں مسلمان کس طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ اور اپنی مالی حالت کو کیونکر سنوار سکتے ہیں۔ وہ نمائندے جو اس کانفرنس میں شامل ہوں۔ اپنے اہل ملک کو اسی جگہ کانفرنس کی کارروائی سے مطلع کریں۔ تاکہ سب لوگ اپنے ممالک میں واپس جاکر اپنے اہل وطن کو ان باتوں سے آگاہ کریں جو تبلیغی اور اقتصادی فائدہ کی ہوں۔ اور مقامی انجمنیں ان پر غور کر کے ان تجاویز کو عملی جامہ پہنائیں ؛

**ضرورتِ اتحاد** اس وقت دُنیا بھر کے مسلمانوں کو یہ سخت ضرورت ہے کہ وہ باہمی اتحاد کا کوئی سمجھوتہ کریں۔ اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی ہستی کو زندہ رکھنے کی کوشش کریں ورنہ خطرہ ہے کہ دشمنانِ اسلام ان کو الگ الگ کر کے مٹا دیں گے۔ اور ایک کو دوسرے کی خبر بھی نہ ہوگی مذہبی تفرقہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے منافرت نہیں چاہیئے بلکہ ایک مشترک مقصد ترقی و اشاعت اسلام کا اپنا نصب العین بناتے ہوئے ہر ملک کے اسلامی بھائیوں کی امداد کرنی چاہیئے۔ اور ان میں اپنے مذہبی حقوق کی حفاظت کے واسطے بیداری پیدا کرنی چاہیئے۔ سب سے پہلا فرض ہر ملک کے مسلمانوں کا یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ خود پکے مسلمان بنیں۔ اسلامی شعار کو ظاہر اور باطن میں اختیار کریں۔ اور اپنے ہمسایہ ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ اتحاد بڑھائیں۔ اور ایک مجموعی کوشش کے ساتھ تبلیغی وفد بنا کر عیسائی ممالک میں بھیجیں اور دین اسلام کی خوبیوں سے ان کو آگاہ کریں ؛

# اچھوت اقوام کی نازک حالت اسکی ذمہ واری اور اس کا علاج



# اچھوت اقوام کے متعلق مُسلمانوں کا فرض

(از جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے سابق مبلغ انگلینڈ و امریکہ)

قرآن شریف کی تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی تعلیم کی غرض ہمیشہ یہ ہوتی رہی ہے کہ غربا سے ہمدردی کی جائے۔ دُنیا میں جو گرے ہوئے اور شکستہ حال ہوں۔ اُن کو اُٹھایا جائے۔ اور دنیا میں جو ضعیف اور ناتوان ہوں ان کی امداد کی جائے۔ قرآن شریف نے اس امر پر یہاں تک زور دیا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو ایسے ظالموں کے خلاف تلوار تک اُٹھائی جائے اگر وہ کمزوروں اور ضعیفوں پر ظلم و جور و تعدی سے باز نہ آئیں۔ ایک طرف تو اسلام کا یہ حکم ہو۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کی بے توجہگی۔ اور نہ صرف بے توجہگی بلکہ ہمسایہ قوم کے ساتھ مل کر ان فلاکت زدوں کے لئے مصیبت کے مزید سامان طیار کر دینا۔ ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ آخر مسلمانوں کو ہو کیا گیا۔ چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ ان گرے ہوؤں کا وہ ہاتھ پکڑتے۔ ان کو اُٹھاتے۔ ان کی امداد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔ نہ یہ کہ وہ بھی ان سے وہی ذلت کا سلوک کرتے۔ جو ایک قوم ان سے پہلے ہی روا رکھ رہی ہے اگر مسلمانوں کی جگہ کوئی اور قوم ہوتی۔ تو بیشک ہم کہہ سکتے تھے کہ اس کا اتنا بڑا قصور نہیں۔ کیونکہ اول تو اس کے مذہب میں اس کے متعلق حکم نہیں۔ دوسرے اس نے جس حالت میں کسی قوم کو پایا۔ اسی میں اس کو لے گئی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں نے اس کام میں حصہ لیا۔ حالانکہ ان کے مذہب میں کوئی ایسا حکم نہیں اور اگرچہ ان کی نیت محض عیسائی بنانا ہوتا ہے۔ نہ کہ انسان۔ مگر اسلام کا حکم تھا کہ شرک کا قلع قمع کرتے ہوئے مشرکین کے ہاتھ توڑ دیئے جائیں۔ تاکہ اس مشرکانہ خیال کے ماتحت کسی غریب قوم پر ظلم نہ ڈھائیں۔ صریح طور پر مسلمانوں نے دیکھا کہ ہندو ان غریب اچھوت اقوام پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ لیکن گزشتہ دو تین صدیوں میں انہوں نے اس ظلم کے روکنے کے لئے اُنگلی تک نہیں اُٹھائی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی کہ وہ لوگ جن کے یہ کام سپرد کیا گیا تھا جب انہوں نے نہ کیا تو ان کو بھی اسی قعر مذلت میں ڈال دیا گیا۔ تاکہ نہ صرف دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بنیں بلکہ خود اپنی ذات پر ان ظلموں کو محسوس کر کے ان کو علم ہو جائے کہ ذلت کی مصیبت کیا ہوتی ہے۔ اور واقعہ بھی یونہی ہے کہ جب تک اپنی ذات پر نہ آ بنے اس وقت

تک انسان کسی کی مشکلات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔ اس لئے اب جبکہ مسلمان خود اس حالت تک قریباً قریباً پہنچ چکے ہیں تو ان کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا۔ کہ ان مصیبت زدوں کی کیا حالت ہوگی۔ جو صدیوں نہیں ہزار ہا سال سے آریوں کے ظلموں کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس سے بڑھ کر غضب الٰہی کے بھڑکانے والی اور کونسی شے ہو سکتی ہے کہ ایک شخص اس قسم کے متکبرانہ شرک میں مبتلا ہو کہ وہ یہ سمجھے اس کا ایک ہم جنس جو اس جیسے ہی احساسات رکھتا ہے اس قدر نجس اور پلید ہے کہ اس کا سایہ لگنے سے بھی پلید ہو جاتا ہے۔ وہ ان سڑکوں پر نہ چل سکے۔ وہ تعلیم سے محروم کر دیا جائے وہ اچھے کھانوں کی بجائے گندی چیزیں کھانے پر مجبور کیا جائے وہ اچھے کپڑے نہ پہن سکے۔ وہ اچھے گھر نہ بنا سکے۔ وہ دوسری قوموں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکے۔ وہ روپیہ فراہم نہ کر سکے اس کی بہو بیٹی یا بیوی کی پردہ دری کی جائے تو وہ اسے عزت خیال کرے۔ اس سے سختی کرنی موجب ثواب سمجھا جائے۔ یہ صرف چند مشکلات کا ذکر ہے۔ ورنہ ان آریاؤں نے ہندوستان کے قدیم باشندوں پر اس قدر ظلم کئے ہیں۔ کہ واقعی وہ بیچارہ حساب ہیں۔ مسلمان بھی اگر لفظاً نہیں تو معناً اس حالت تک پہنچ چکے ہیں۔ اور اغیار ان سے اب وہی سلوک روا رکھ رہے ہیں۔ جو وہ اچھوت اقوام سے ہزار ہا سال سے کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ جو اصل کام مسلمانوں کا تھا وہ مسلمانوں نے چھوڑ دیا۔ دنیا کی خاطر انہوں نے ان نام نہاد۔ دوج یا دہنمی قوموں سے بنانی چاہی مگر مشرک ان باتوں کو کب مانتے تھے۔ انہوں نے وقت ٹالنا تھا وہ ٹال دیا۔ بعضوں نے بیٹیاں تک بھی مسلمانوں کو دے دیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمان ان کے بھرے میں آگئے۔ اور ان سے مل کر انہوں نے اچھوت کے بوجھ کو پہلے سے بھی بھاری کر دیا جہاں ہندوستان کے مسلمانوں کو مغلوں کے اور کارناموں پر فخر ہے وہاں انہیں یہ بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اصل اسلامی کام ان کے زمانے میں نہ صرف رک گیا بلکہ اس کو ایک سخت دھکہ لگا۔ اور مشرکوں کو اپنی طاقت مضبوط اور فراہم کرنے کا موقع مل گیا۔ اگر مغلوں نے علم و ہنر و فنون لطیفہ میں ترقی کی۔ اور ہندوستان کی تہذیب کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ تو ان سے یہ سخت فروگذاشت بھی ہوئی کہ انہوں نے انسانیت اور روحانیت کے لئے کچھ نہ کیا۔ انسانیت کا تقاضا تھا۔ کہ وہ ان گری ہوئی اقوام کا ساتھ دیتے اور ان کی ترقی اور بہبودی میں کوشاں ہوتے۔ جس طرح کہ افغانوں اور پٹھانوں نے کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔ مگر عہد مغلیہ میں مسلمانوں کی توجہ اس طرف سے ہٹ گئی۔ انہوں نے نہریں۔ سڑکیں۔ کنوئیں۔ عمارات اور رفاہ عام کی اشیاء تو بنائیں۔ علمی ترقی میں بہت دور تک ہندوستان کو بڑھا کر لے گئے۔ مگر یہ چیزیں اصل اصول اسلام نہ تھیں۔ یہ باتیں اچھی تھیں اور اپنے رنگ میں اچھی ہیں۔ لیکن یہ مسلمانوں کا پہلا فرض نہ تھیں۔ اسلام کی غرض تو یہ تھی کہ انسان کو خدا سے ملایا جائے۔ اور شرک کو دنیا سے مٹا کر ایک سلسلہ اخوت قائم کیا جائے جس میں کسی قومیت یا ذات پات کی تمیز نہ رہے۔ اور مخلوق اور انسان ہونے کی حیثیت سے ایک انسان دوسرے انسان سے کسی طرح پر بھی تفوق کا دعویٰ نہ کرے۔ مغلوں کا خیال اچھا تھا۔ اور نیت نیک تھی۔ کہ اگر یہ قومیں اسلام میں شامل ہو گئیں۔ تو پھر دوسری قومیں خود بخود داخل ہو جائینگی لیکن ان سے یہ فروگذاشت ضرور ہوئی۔ گو انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ انبیاء کے ساتھ ہمیشہ سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ غرباء ان کا ساتھ دیتے ہیں اور وہ غرباء ہی کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی پہلا حق ان اچھوت اقوام کا تھا۔ غالباً مغلوں نے یہ مصلحت سمجھی کہ پٹھانوں اور خلجیوں اور افغانوں اور ترکوں کے زمانے میں جو ترقی ان اچھوت اقوام کو حاصل ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ سے ان آریہ قوموں کے حقوق میں کچھ فرق ضرور آیا تھا۔ اور نسبتاً انکے وہ اختیارات اور حقوق نہ رہے تھے جو پہلے خالص ہندو زمانے میں ان کو حاصل تھے۔ اس لئے انکی دلجوئی کرنے کے لئے بھی اور چونکہ مغلوں اور پٹھانوں میں ایک قسم کی رقابت بھی تھی۔ اس لئے پولیٹکل مصلحت کے ماتحت پلڑا برابر کرنے کے لئے بھی۔ اور ان آریہ قوموں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے بھی انہوں نے ایسا کیا۔ تو کیا غالباً وقتی خیال سے تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ برعکس نکلا۔ یہاں تک کہ جب مغلوں میں سے ایک شخص کو خیال آیا کہ مغل شاہراہ اسلام سے دور جا رہے ہیں تو اسوقت صورت معاملات دگرگوں ہو چکی تھی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ آریہ ہندو جن کو اشد بغض اسلام سے تھا۔ موقع پا کر اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے اور انہوں نے مسلمانوں پر یورش کر دی ہے۔ اور ساتھ ہی مصلحتاً انہوں نے ان اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ ملانے کی بھی کوشش شروع کر دی ہے۔

میرے نزدیک اب مسلمانوں کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ اپنے کئے پر تائب ہوں اور اچھوت کو اُٹھانے کی کوشش کریں۔ نہ اس غرض سے کہ ان اچھوت کے ملنے سے مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ بیشک یہ بھی ہو گا لیکن یہ اسلام کی غرض نہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ ان کو اُٹھاؤ اور گلے لگاؤ۔ یہ تمہارا فرض اولین ہے۔ ان کو خدا سے ملاؤ۔ اور ان کو انسانیت کے حقوق عطا کرو۔ بس مسلمانوں کے لئے اپنی گذشتہ غلطیوں کے لئے ایک ہی کفارہ کی صورت رہ گئی ہے کہ ان قوموں کو وہ اپنے ساتھ ملائیں۔ جس کی تین صورتیں ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ان میں اسلام کا وعظ کیا جائے۔ ان کو بتلایا جائے کہ اصل مخلصی ان کی اسلام میں ہے۔ دینی بھی اور دنیاوی بھی۔ ذہنی۔ اخلاقی۔ مادی۔ اور روحانی بھی۔ اور جب تک وہ مسلمان نہ ہونگے۔ ان کے پرانے دلدر کسی طرح سے دور نہ ہونگے۔ یہ ہے فرض اوّلین۔

دوسری صورت یہ ہے کہ جو اچھوت ابھی اسلام لانے کے لئے طیار نہ ہوں۔ ان کو کم از کم انسانیت کے حقوق دلوانے کے لئے جدوجہد کریں۔ اور ان کی مخلصی میں جہاں تک ہو سکے مدد کریں۔ ان کی تعلیم و تربیت۔ ان کی صحت جسمانی وغیرہ کے لئے گورنمنٹ وغیرہ کو توجہ دلائیں۔ اور جو کچھ سعی کر سکتے ہیں کریں۔ یہ ایک اخلاقی حق ہے جس پر اسلام نے سخت زور دیا۔ اور اس رنگ میں بھی اسلام دوسرے مذاہب میں ممتاز ہے کہ نام لیکر بتلاتا ہے کہ غیر مذاہب والوں کے ساتھ نیکی۔ عدل اور احسان کا سلوک کیا جائے۔ اور ان کی معاشرتی ترقی میں ہر طرح کوشش کی جائے۔ تیسرے بعض قومیں مثلاً عیسائی اس کام میں مصروف ہیں جہاں تک ان کا کام مذہب سے علیحدہ ہو کر ہو رہا ہے اس میں ان کی اخلاقی امداد کی جائے۔ لیکن آریاؤں کی ہر کوشش سے بچنے اور بچانے کی راہ نکالی جائے۔ کیونکہ یہ خود غرض قوم ہے اس کا ہزار ہا سال سے یہ رویہ چلا آرہا ہے۔ یہ جب تک مسلمان نہ ہو جائیں ان کے اندر سے یہ گند کسی صورت میں نہیں نکل سکتا اور جبتک وید منتریں اور ستیارتھ پر ان کا اعتقاد رہے گا۔ انکی اصلاح نہ ہوگی اس لئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ان اچھوت اقوام کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اس میں خدا کی اور اس کے رسول کی خوشنودی ہے۔

## صدقہ

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر روز جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے ہر عضو پر صدقہ واجب ہوتا ہے۔ پھر جو اس دن دو شخصوں کے درمیان عدل کرتا ہے تو یہ بھی صدقہ ہے۔ تم اگر کسی شخص کی یوں مدد کرو۔ کہ اس کو اس کی سواری پر سوار کرو۔ یا اس کا اسباب اس کی سواری پر لاد دو۔ یہ بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ اور ہر قدم جو نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف اٹھایا جائے صدقہ ہے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کی جائے یہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری)

کسی صورت میں بھی نہ لے سکتا تھا۔ خود حفاظتی کے لئے قوم کے افراد میں علمی ترقی کا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کھانے میں نمک کا ہونا۔ اور جسم میں روح و روان کا۔

قوم کے افراد میں باہمی تنازع اور نفاق ہونا بھی خود حفاظتی کی راہ میں نہایت ہی خطرناک روک ہے۔ وہ قوم کامیابی کا سہرا اپنے سر پر کبھی نہیں باندھ سکے گی۔ جو اپنے تفرقہ سے اپنی قوت کو زائل کر رہی ہو گی۔ اتحاد میں ہر قسم کی برکت ہے اور اسی میں کامیابی کا راز مخفی ہے۔

دینی خلفاء کی نعمت اگر موجود ہو۔ تو فوراً اس پر اتفاق کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح خدا تعالیٰ کی نصرت کا ہونا یقینی ہے وہ خود فرماتا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے لئے اُن کا پسندیدہ دین طاقتور بنا دیا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جہاں حفاظت کا خود ہی ذمہ لے لے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی راہ کامیابی کی قابلِ تلاش ہو سکتی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ۔

باہمی مشورے سے کام کرنا بھی وہ گر ہے۔ جو کہیں بھی استعمال کیا جائے۔ نیک نتیجہ ہی پیدا کرے گا۔ بلکہ کام کرو۔ باہمی عقلمندی سے اپنی کامیابی کی راہوں پر تیز قدم بڑھاؤ پھر دیکھ لو۔ کس طرح مامون و مصئون ہو سکتے ہو۔

جسمانی ورزش کی ہدایت بھی ہر چھوٹے بڑے کے لئے ضروری ہے۔ تمام پھلوں کو طاقتور انسان ہی توڑ سکتا ہے اور ان کو ہضم بھی وہی کر سکتا ہے۔ بیمار لاغر۔ ناتوان صاحب فراش جو خود نہیں اُٹھ سکتا۔ وہ دوسروں کو سہارا دینے کا موجب کب بن سکتا ہے۔ اذ کنتم قلیلاً فکثرکم بھی عجیب نعمت ہے۔ کثرت کا ہونا بھی خود حفاظتی میں خاص طور سے ممد ہے۔ تعدد ازدواج اور جانوں کی حفاظت بیشک اس میں عمدہ اضافہ کرو یا کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں اسلام میں بار بار ذکر کی گئی ہیں۔ اب ان پر عمل کرنا آپ کا کام ہے آپ عمل فرمائیں گے تو اس کے نیک نتائج سے ضرور ہی بہرہ اندوز ہو سکیں گے۔

بالآخر

ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

آپ تقویٰ طہارت سے کام لیں آسمان والے کو خوش کر لیں پھر آپ اپنی حفاظت میں وہ کچھ کر سکیں گے۔ جو دوسری قوموں کے لئے بالکل ناممکن ہے کہ اس پایہ کو یا اس درجہ کو پہنچ سکیں۔ جب آپ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (۱۳-۱۸) (جو لوگوں کے لئے نفع رسان ہوا کرتا ہے۔ وہ زمین میں بالضرور ہی رکھ لیا جاتا ہے) کے ماتحت اس قابل ہو جائیں گے۔ کہ آپ کے وجود کا رکھ لینا ضروریات سے ہو جائے گا۔ تو پھر کس کی طاقت ہے کہ تمہیں زمین سے اُکھیڑ کر پھینک دے۔ بھلا برساتی کیڑوں کی بلند پروازی اور ان کی کثرت بھی عالم میں کچھ تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔ وہ بڑی کثرت سے نکلا کرتے ہیں۔ فضا پر چھا جایا کرتے ہیں لیکن تا بکے۔ یہی دو چار گھڑی کے جہان ہوا کرتے ہیں۔ جس رنگ میں ان کی نمود ہوا کرتی ہے اس سے بدتر ان کا انجام ہوا کرتا ہے۔ بھلا جس قوم میں صرف گالیاں دینا ہی سعادت خیال کر لی گئی ہو۔ اور گالیاں بھی افضل الرسل فخر الاولین والآخرین کو۔ اس قوم کا نیک انجام کس طرح ہو سکتا ہے۔ جَو بو کر گیہوں کا امیدوار ہونا نادانی نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ جو قوم کسی قوم کے برگزیدوں کو گالیاں دیتی ہے وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتی ہے۔ وہ زمین و آسمان کے مالک کو ناراض کرنے کے سامان خود بخود پیدا کر رہی ہے۔ افسوس کہ اس قوم میں ایک بھی بیدار مغز نہیں ہے۔ جو اصل راز کو سمجھنے کے قابل نظر آتا ہو۔ ورنہ بزرگانِ قوم کو گالیاں دینا کہاں کی شرافت ہے۔ اور اس میں پھر کامیابی کی جھلک کیونکر نظر آ سکتی ہے۔

میرے عزیز دوستو! آپ خوب یاد رکھیں۔ آپ کی کامیابی ان نادانوں کے مقابلے میں نادانی دکھانے سے نہیں ہو سکے گی آپ ان اُصول پر کاربند ہو جائیں جو آپ کے لئے اُس علیم و خبیر ہستی نے تجویز کئے ہیں۔ اور جن کی ترجمانی بار بار حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ فرما چکے ہیں۔ یہ طریق ہی مقابلہ کا صحیح طریق ہے۔ کہ جس قسم کا حربہ دشمن استعمال کر رہا ہو۔ اسی قسم کے حربے سے اس کا مقابلہ کیا جائے۔ وہ ہمارے اموال پر بربادی کی تیز رو ندیوں سے چھوڑ رہا ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کا رُخ پُرزور مقابلے سے پھیر دیں۔ وہ کثرت کی فکر میں ہے۔ ہم حق کو دُنیا میں پورے زور سے پھیلانے کی کوشش کریں۔ تا پُرنور رُوحانی فضا ء سے گرد آلود حصہ بالکل ہی صاف کر دیا جائے اور الحق کی شعاعوں کے سامنے شپرک چشم خود بخود ہی خیرہ چشم ہوتے ہوئے نظر آنے لگیں۔ وہ ہمیں حقیر ترین مخلوق مدتوں سے خیال کر رہا ہے۔ ہمارے سایہ سے بھی وہ بھاگنا پسند کرتا ہے۔ پس ہم اس کو دور رکھ کر ہی اُس کے اپنے بُرے عمل کی پاداش کا ایسا پہلو اُس کو دکھائیں جو اُسکی شرمندگی کے لئے کافی سے زیادہ اُس کو سبق دے۔ اور عبرت کے اکثر اوراق کے مطالعہ کیلئے اس کو مجبور کر دے۔

آپ ذرا استقلال سے کام لیں۔ ذرا دانشمندی سے ملکر کام کریں۔ باہمی مشورے سے اپنے کاموں کو سرانجام دیں۔ تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھیں۔ اور جاہ کن را چاہ درپیش کے منتظر رہیں۔ ہانڈی کے اُبال کی طرح اُبل پڑنا خود حفاظتی نہیں ہے۔ تم اپنے مولیٰ کی طرف اپنا رُخ پھیر دو۔ وہ اپنے پیارے کے لئے خود ہی غیرت دکھائیگا۔ اور وہ دن بہت ہی قریب ہیں۔ صرف آپ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ بن کر دکھائیں۔ ع

گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
تم تو خود بنتے ہو قہر ذو المنن کے خواستگار
وہ خدا حلم و تفضل میں نہیں رکھتا نظیر
کیوں پھرے جاتے ہو اس کے حکم سے دیوانہ وار

جہاں آپ خود حفاظتی کی اور تدابیر کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس کا بھی خیال رکھیں۔ کہ آپ مخلوق کے لئے کہاں تک نفع رساں ہیں آپ کا حریف مقدس روحوں کو گالیاں دینا نیکی سمجھ رہا ہے۔ اسی میں خود حفاظتی کا راز اس کو نظر آ رہا ہے۔ آپ حقیقی خود حفاظتی مخلوق کو نفع رسانی سے پیدا کر کے دکھائیں۔ جو زمین والوں پر رحم کرتا ہے اس پر ضرور ہے کہ آسمان والا بھی اپنا رحم کرے۔ آپ الحق لوگوں کو پہنچائیں۔ ان کو جہنم سے نکال کر اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ کے مصداق بنکر دکھائیں۔ پھر دیکھ لیں حفاظت کس کو کہتے ہیں اور وہ کس کے لئے مقدر کی جا چکی ہے۔

## رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آریہ کی نظر میں

پروفیسر رام دیو صاحب بی اے سابق پروفیسر گورو کل کانگڑی وایڈیٹر ویدک میگزین نے ایک لیکچر میں جو لاہور آریہ سماج میں کچھ مدت ہوئی دیا تھا۔ بیان کیا "چھٹی صدی میں عرب کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی۔ جب کوئی باشندہ عرب مر جاتا تھا۔ تو وہ اپنی عورتیں بطور ورثہ چھوڑ جاتا تھا جسکے بعد اس کا بیٹا سوائے اس عورت کے جسکے پیٹ سے وہ پیدا شدہ تھا۔ باقی سب عورتوں کو اپنی بیویاں بنا لیتا تھا۔ علاوہ ازیں عارضی شادیاں بھی ہوتی تھیں۔

عرب قوم میں اتفاق کا نام و نشان نہ تھا۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹا کرتے تھے۔ خیال تھا کہ یہ قوم کبھی اُٹھ نہیں سکتی لیکن دنیا کی تاریخ میں یہ معجزہ ہوا۔ کہ حضرت محمد (صلعم) نے اس قوم میں جان ڈالدی حضرتؐ نے انہیں سکھایا کہ بت پرستی چھوڑ دو۔ اور ایک خدا کو مانو۔ شروع میں حضرت محمدؐ صاحب کے صرف تیس معاون اور مددگار تھے۔ انکی جاتی (قوم) قریش انکی سخت مخالف تھی۔ یہانتک کہ آخر کار انہیں مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانا پڑا۔ لیکن مدینہ میں بیٹھے ہوئے محمد صاحبؐ نے انہیں جادو کی بجلی بھر دی وہ بجلی جو انسانوں کو دیوتا (فرشتے) بنا دیتی ہے۔ آنحضرت (صلعم) نے یہ بجلی راجوں مہاراجوں میں نہیں بھری تھی بلکہ عام لوگوں میں۔ اور یہ غلط ہے کہ اسلام محض تلوار سے پھیلا ہے یہ امر واقع ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کبھی تلوار نہیں اٹھائی گئی اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے تو آج کوئی پھیلا کر دکھائے محمدؐ صاحب نے عرب میں کس قسم کا وشواش (یقین) بھر دیا تھا۔ اسکی ایک مثال سنیئے:۔

ایک غلام کو جو مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا آقا دھوپ میں بٹھا کر اوپر

# ہندوستان میں تبلیغ اسلام وحفاظت اسلام کی ضرورت

(از جناب صوفی حافظ غلام محمد صاحب بی اے۔ سابق مبلغ مارشیس)

سب سے اول ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کس لئے ہم اس جہاں میں پیدا ہوئے ہیں۔ کیا ہم اپنی خوشی سے آئے ہیں یا کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ بدیہی بات ہے کہ ہم اپنی خوشی سے اس جہان میں نہیں آئے۔ بلکہ کسی کے زبردست ہاتھ نے ہم کو یہاں بھیج دیا ہے۔ اگر کسی انسان کے اختیار میں ہوتا۔ تو وہ ضرور اپنے سے پہلے آنے کی کوشش کرتا۔ کیا حضرت کرشن کے ایک پیرو کا دل نہیں چاہتا کہ اگر وہ کرشن جی کے زمانہ میں پیدا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا۔ کیا ایک عیسائی نہیں چاہتا۔ کہ وہ حضرت مسیح کے زمانہ میں ہوتا۔ کیا ایک مسلمان کی دلی خواہش نہیں ہے کہ وہ حضرت سید الثقلین امام المتقین ختم المرسلین سید الانبیاء خاتم النبیین سید العرب والعجم سید ولد آدم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ پاک میں ہوتا۔ مگر کیا کریں۔ ہماری کچھ پیش نہیں جاتی۔ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (۳-۷۷)

پس جب ہم اپنی مرضی سے عالم وجود میں نہیں آئے تو جس نے ہم کو بھیجا ہے۔ اسکی خوشی اور اُسی کے ارادے کو معلوم کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کیا ہے ؛

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

ان آیات بینات کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس زمین کا خلیفہ بنایا ہے اور ہمیں اس میں آباد کیا ہے۔ اور اس دنیا کی کائنات کے ہم حکمران ہیں۔ موالید ثلاثہ ہمارے کام میں لگا دیئے گئے ہیں اور ہم انسانوں میں سے بعض کو بعض پر مرفوع الدرجات کیا گیا ہے یہ کس لئے کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ان قویٰ کو منصۂ ظہور میں لایا جائے۔ جو حکیم مطلق نے ہم میں ودیعت کئے ہیں تاکہ شکریہ کے بدلہ میں زیادت نعمت کا باعث ہوں۔ اور کفر کے بدلہ میں خدا اپنے اسم مبارک سَرِيْعُ الْعِقَابِ کے نیچے لاکر منکروں کو عذاب شدید میں مبتلا کرے۔ کیونکہ وہ کفر کے بعد جلدی پکڑتا ہے۔ اور شاکروں کے لئے غفور رحیم ہے۔ اس نے انسانوں میں موت اور حیات کو اس لئے جاری فرمایا ہے تاکہ تم کو بتائے کہ تم میں سے کون نیک کام کرتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی ذات پاک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ مختلف اوقات میں پیدا کیا۔ اور پانی پر وہی حکمران ہے۔ تاکہ تم پر ظاہر کرے کہ کون تم میں سے نیک اعمال کرتا ہے۔ جنّ بڑوں اور چھوٹوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے ؛

پس ہم انسانوں کی خواہ امیر ہوں خواہ غریب اس دنیا میں آنے کی غرض معلوم ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے اول حکم جو قرآن میں بیان ہوا ہے۔ وہ یہی ہے :-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

اے لوگو امیرو اور غریبو۔ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم بچ جاؤ

سو ہم بندے ہیں بندگی الٰہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں ہماری پیدایش کا اصلی مقصد یہی ہے اور اسی میں ہمارا فایدہ اور آرام ہے۔ جو عبادت الٰہیہ نہیں کرتا وہ تکلیف و شدت ہم و غم میں مبتلا رہتا ہے :-

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ... فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۔

جو عبادت الٰہیہ سے منہ موڑتا ہے اور بڑا بنتا ہے۔ اللہ ایسے لوگوں کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ اور ان کو دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا۔ وہ اللہ کے سوا اپنے لئے کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے ؛

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (۴۰-۶۲)

جو عبادت الٰہیہ کرنے سے اپنے تئیں بڑا خیال کرتے ہیں۔ وہ جہنم میں ذلت کے ساتھ رہتے ہیں ؛

عبادت الٰہیہ دو قسم میں منقسم ہے۔ ایک قسم تو یہ ہے جو انسان کی اپنی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے کہ انسان خود خدا کے ساتھ کیسے تعلقات رکھے ؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔

اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرو۔ جو اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر اس حالت میں۔ کہ تم فرمانبردار ہو۔ اور اللہ کے رستے کو سب ملکر مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ مت ڈالو۔ اور جو اللہ نے تم پر نعمت کی ہے کہ تم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا ہے۔ اس کو مت بھولو۔ اور ہمیشہ سے یاد رکھا کرو۔ من احب شیئًا اکثر ذکرہٗ کیونکہ محبوب چیز ہمیشہ یاد کیجاتی ہے اور یاد سے کبھی نہیں اُترتی۔ جس زمانے میں محمد رسول اللہ اللہ کی طرف سے بھیجا گیا اس وقت تم باہم ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اسکے ذریعہ سے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈالدی۔ سو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے بن کر سب آپس میں بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اس سے تم کو نجات دیدی اسی طرح سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے نشان بیان فرماتا ہے تاکہ کامیابی کی راہ پر سوار ہو جاؤ ؛

یہ تو عبادت الٰہیہ کی قسم اول کا بیان ہے۔ اس آیت کے مابعد کی آیت قسم دوم کا بیان کرتی ہے :-

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔

اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو۔ جو اسلام کی طرف بلاتا رہے اور نیکی کرنے کا حکم کرتا رہے۔ اور بدی سے روکتا رہے۔ ایسے لوگ کامیاب ہونگے اور تبلیغ اسلام میں ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیو۔ جنہوں نے فرقہ بندی سے کام لیا اور آپس میں جھگڑنے لگ گئے۔ حالانکہ ان کے پاس اسلام کی صداقت کے کھلے دلائل آچکے تھے۔ اور اسلام کو پھیلانا اور اس کی تبلیغ کرنا ان کا فرض اولین اور مقصد وحید ہونا چاہیئے تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنے اپنے فرقہ کے درپے ہوگئے اور باہمی نزاع میں پڑ گئے۔ اور دعوت الی الاسلام کو ترک کر دیا ایسے لوگوں کو بڑا عذاب ہے ؛

دُنیا میں جتنے مذاہب اسوقت پائے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب قومی مذہب تھے۔ یعنی اپنی قوم کے اندر ان کے مذہب کا حکم چلتا تھا۔ دوسرے کو اپنے اندر لینا جائز نہیں سمجھتے تھے سب سے پہلا انسان جس نے تمام اقوام عالم کو ایک جھنڈے

کے نیچے لاکر ایک خاندان بنانے کا دعویٰ کیا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:-

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔

کہدے اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (قرآن کریم)

کان النبی یبعث الی قوم خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ۔

مجھ سے پہلے نبی اپنی ہی قوم کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ اور میں تمام لوگوں اور تمام اقوام عالم کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ (حدیث)

قرآن کریم ہر نبی کے متعلق بیان کرتا ہے۔ نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے بھیجے گئے۔ اور عیسیٰؑ بھی بنی اسرائیل کے لئے۔ وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ؎

پس تمام مذاہب قومی تھے۔ اور وہ عالمگیر مذہب بننے کے لائق بھی نہیں تھے۔ اور نہ ہیں۔ صرف ایک اسلام ہی عالمگیر مذہب ہے اور اسلام نے ہی عالمگیر مذہب ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور دیگر مذاہب اس دعویٰ سے عاری ہیں۔ اسلام کی دیکھا دیکھی اب دوسرے مذاہب نے بھی اپنی قوم کے باہر دعوت دینی شروع کی۔ مگر جھجکتے جھجکتے۔ پولوس اور پطرس میں جو جھگڑے ہوئے۔ اور پولوس نے جو دوسری اقوام کو مسیحیت میں جذب کرنے کا ارادہ کیا۔ تو دوسرے حواری اس کے خلاف تھے۔ پولوس نے حرام و حلال میں جو شریعت موسوی میں پایا جاتا تھا۔ تفریق بالکل اڑا دی۔ پس اصل عیسائی مذہب صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا غیر بنی اسرائیل کو ملانے پر سارا مذہب ہی ہاتھ سے جاتا رہا اسی لئے عیسائیوں کو الضَّآلِّیْنَ قرآن شریف نے فرمایا ہے۔ اس ہمارے زمانہ میں آریہ سماج نے شدھی کا مسئلہ نکالا مگر آہستہ آہستہ کیونکہ سناتنی اس کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی ویدوں میں شدھی کا حکم ہے پہلے آریوں نے کہا کہ جو ہندو سے مسلمان ہوگیا۔ اس کو ہندو بنا سکتے ہیں۔ اور جب یہ بات لوگوں میں رواج پکڑ گئی۔ تو پھر کہا کہ اکثر ہندوستان کے مسلمان اصل میں ہندو تھے۔ اس لئے نہ صرف اس وقت نئے مسلمان جو ابھی ابھی ہندوؤں سے گئے ہیں۔ ان کو ہندو بنانا جائز ہے۔ بلکہ جو صدیوں سے ہندوؤں سے نکل کر مسلمانوں میں جذب ہو چکے ہیں۔ ان کی بھی شدھی کر لینا چاہیئے پھر اس کو سیاسیات میں داخل کیا۔ اور کہا ہم کو اپنی تعداد بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ شدھی جاری کیجائے۔ اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے انہوں نے شدھی کی تحریک بڑے زور سے جاری کی۔ اور ہندوؤں میں جسارت اور شجاعت پیدا کرنے کے لئے سنگھٹن بنائی۔ تاکہ ہندوؤں میں جو سینکڑوں نہیں ہزاروں فرقے ہیں سب مل کر ایک ہو جائیں۔ اور عیسائیوں اور مسلمانوں کو یا شدھ کر کے ہندوؤں میں ملالیں۔ اور یا اس ملک سے نکال دیں ؎

قانون بقاء انسب۔ قانون قدرت میں جاری و ساری ہے عند الرھان تعرف السوابق۔ ہندوستان اسوقت تمام مذاہب کے رہان کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان ہندوؤں کا ہی ہو جائے۔ مسلمان سات کروڑ ہندوستان میں ہیں۔ اور ہندو بائیس کروڑ۔ ہندو مالدار قوم ہے اور مسلمان مقابلتہً مفلس۔ ہندو گورنمنٹ کے معزز عہدوں پر فائز المرام ہیں۔ گویا انگریزوں کے بعد ملک ہندوستان کی زمام حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ تجارت انکے ہاتھ میں ہے صنعت و حرفت پر وہ قابض ہیں۔ زراعت کے وہ مالک ہیں۔ غرضکہ دنیاوی ترقی کے جتنے اسباب اور سامان ہو سکتے ہیں انہیں میسر ہیں۔ ان ہی فوقیتوں کی وجہ سے وہ اتنے دلیر اور جری ہو گئے ہیں کہ سید المعصومین کی ہتک اور توہین ثواب کا کام سمجھنے لگ گئے ہیں۔ مسلمان نواب بے ملک کی طرح خواب خرگوش سے جاگتے نہیں۔ ہندو سارا روپیہ سود وغیرہ کے ذریعہ سے ہڑپ کر رہے ہیں۔ مسلمان اسی خیال میں مدہوش ہیں۔ کہ وہ انگریزوں سے پہلے ہندوؤں کے بادشاہ تھے۔ اب رسول کریم فداہ ابی و امی و روحی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نے مسلمانوں میں بیداری کے آثار پیدا کر دیئے ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان اپنے فرائض کو سمجھیں اور ایسی شاہراہ پر قدم زن ہوں جو کہ کامیابی کی راہ ہے اور خدا ان کو ایسی تدابیر سے محفوظ رکھے۔ جو اسلام اور اسلامیوں کے لئے مضر اور نقصان دہ ہوں۔ خدا نے ہندوستان کو چنا اور حضرت مسیح موعود کو ہندوستان میں مبعوث فرمایا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشرق کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ اور بائبل نے مشرق میں راستباز کا اٹھنا بیان کیا ہے۔ گیتا بھی زور سے گواہی دے رہی ہے کہ جب ملک میں ادھرم ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ کسی پاک انسان کو کرشن بنا کر ادھرم اور ادھرمیوں کو مٹانے کے لئے بھیجا کرتا ہے اور نیکوں کی پالن کرنے کے لئے۔ سو اس ہندوستان میں تین بڑے مذہب ہیں۔ ہندو۔ اسلام۔ عیسائی۔ تینوں کی کتب مقدسہ ہندوستان کو آخری جنگ مابین دھرم اور ادھرم۔ حق اور ناحق۔ خدا اور شیطان کا میدان قرار دے رہی ہیں۔ مسلمانو اٹھو۔ کمریں کس لو۔ زنہار سست نہ ہو۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا ۝

مومن اللہ کی راہ میں مقاتلہ و مجاہدہ کرتے رہتے ہیں اور کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تم شیطان کے اولیاء کا مقابلہ کرو۔ شیطان کی تدبیر از حد کمزور ہے ؎

مسلمانو سنو۔ کیا ہوا اگر ہندو تم سے مال میں۔ تعداد میں غرضکہ دنیاوی امور میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی ہمت ہارنے کی بات نہیں ہے انکے پاس سچا مذہب نہیں ہے۔ انکے پاس انکے مذہب کی صداقت کے دلائل نہیں ہیں وہ صرف دنیاوی اور سیاسی طور پر تم پر تسلط حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ بھی تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا کر۔ اگر تم سب فرقہائے اسلام آپس میں تباغض اور تنافر کو خیرباد کہدو۔ اور اپنی باہمی نزاعوں اور اختلافات سے قطع نظر کر کے مشترکہ اسلام کو غیر مسلموں میں بڑھاؤ۔ اور ہر مسلمان فرقہ شیعہ ہو یا سنی۔ مقلد ہو یا غیر مقلد۔ احمدی ہو یا غیر احمدی سب ایک ہو جاؤ۔ جیسے ہندو باوجود اختلافات کثیرہ کے ایک ہو گئے ہیں

قرآن شریف فرماتا ہے:-

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ؕ

تم سب سے اعلیٰ قوم ہو۔ تم لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہو۔ تمہارا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ پر ایمان لانا ہے:-

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اسلام کا دم بھرنے والو۔ اللہ کے حبل یعنی قرآن شریف کو سب ملکر پکڑ لو۔ جب تم سب مل کر پکڑ لوگے تو کیسے دشمن تمہارے ہاتھ سے قرآن شریف کھینچ لے گا۔ اور تم کو قرآن شریف سے الگ کر دیگا۔ اور فرقہ بندی نہ کرنا۔ اس طرح وہ تم کو کمزور کر کے بے ایمان بنا دیگا۔ اگر ہم سب فرقہائے اسلام قرآن شریف کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اور اس کو اپنا دستور العمل بنالیں تو کیسے ممکن ہے کہ دشمن اسلام ہم کو اسلام سے گمراہ کر سکیں۔ اسی حالت میں ہم پر شیطان کا حملہ کارگر ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم قرآن کریم کو پس پشت ڈالے ہوئے ہوں۔ اور اس سے غافل اور لاپروا ہوں ؎

اے تمام مسلمان کہلانے والو۔ آؤ ہم ایک ہو جائیں اور اسلام کی تبلیغ کریں۔ کیونکہ اسلام ہم سب کا ہے۔ اور ہر ایک ہم میں سے اسلام کا مدعی ہے۔ آؤ ہم اپنے پیارے اسلام کو پھیلائیں اور جو اقوام ابھی تک سرچشمہ اسلام سے دور اور مہجور ہیں ان کو اسلام کے حقائق و معارف سے بہرہ ور کریں۔ جبکہ قانون قدرت میں زندگی کی جد و جہد کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور اس سے کوئی چیز خالی نہیں ہے تو کیوں ہم بھی اس قانون

سے فائدہ نہ اٹھاویں [illegible]

# عورتیں اسلام کی ترقی میں کیا مدد دے سکتی ہیں؟

(از محترمہ ب - خ - ن م - ہمشیرہ شیخ مبارک اسمٰعیل صاحب بی اے بی ٹی لاہور)

آجکل اسلام پر جو مصائب و آلام کی گھٹائیں چھا رہی ہیں - ان کو دیکھکر ایک ذرہ بھر اسلام کا درد رکھنے والا مسلم بھی سینہ چاک ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا - ایسی نازک حالت اسلام پر ان تیرہ سو سال کے عرصہ میں کبھی نہیں آئی - ایک طرف تو دشمن اسلام پوری شان و شوکت اور انتہائی جوش و قوت کے ساتھ اسلام پر پے در پے حملے کر رہے ہیں - اور دوسری طرف مسلمانوں کی بے بسی اور بیکسی اس درجہ پہنچی ہوئی ہے - کہ حضرت مسیح موعود کا یہ شعر بالکل صادق آرہا ہے -

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

دشمنان اسلام نے تہیہ کر لیا ہے - کہ اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جائے - اور مسلمانوں کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیں - یہ وقت ایسا نازک ہے - کہ اگر ذرا بھی غفلت کی گئی - تو بعد کی ہزار کوششیں بھی اس کا تدارک نہیں کر سکیں گی - لہٰذا ضروری ہے - کہ مسلمان جس قدر جلد ہوسکے - ہوشیار ہوں - اور اسلام کی ترقی کی تدبیریں کریں - یہ کام کسی اکیلے کا نہیں - اس میں کیا مرد کیا عورت کیا بچہ کیا بوڑھا - سب کو شریک ہونا چاہیئے - تا دشمن کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکیں - ہماری جماعت تو پیدا ہی اس مقصد کے لئے کی گئی ہے - اب اسکی ذمہ داریوں میں اور بہت سا اضافہ ہو گیا - امید ہے - کہ وہ باحسن طریق انجام دیگی - مگر افسوس ہے - تو جماعت کی عورتوں پر - کہ جماعت کے مرد جس قدر تندہی سے اشاعت اسلام میں مصروف ہیں - عورتیں اسی قدر بے حس ہو رہی ہیں - جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے - کہ جو کام مرد عورتوں کی اجتماعی قوت سے مہینوں میں ہو سکتا ہے وہ صرف مردوں کے کرنے سے سالوں میں ہو رہا ہے - اگر کسی عورت میں خدمت دین کا کچھ احساس بھی ہے - تو بوجہ کوئی طریق معلوم نہ ہونے کے احساس ہونا نہ ہونا برابر ہے - ہماری بہنوں کو چاہیئے - کہ وہ اب خواب غفلت سے بیدار ہوں - کفر کا دریا جو ہر طرف موجزن ہے - اسلام کی کشتی کو اس سے بچانے کی کوشش کریں - اسلام کی خدمت کے واسطے کمر ہمت باندھ لیں - اور عہد کر لیں - کہ جب تک اسلام کا جھنڈا نہ بلند ہوگا - ہرگز آرام نہیں لیں گی -

رہی یہ بات کہ عورتیں اسلام کی خدمت کس طرح کریں؟

سو اس کے متعلق میں اپنی ناقص عقل کے مطابق چند طریق خدمت اسلام کے اپنی بہنوں کے گوش گذار کرتی ہوں - میرا خیال ہے - کہ اگر بہنیں ان طریقوں پر عمل پیرا ہونگی - تو خدمت اسلام کا جو فرض ان پر عاید ہوتا ہے - اس کو کما حقہ ادا کر کے آخرت میں سرخروئی حاصل کرینگی - عورتوں کو بھاری شکایت یہ ہے - کہ ہم کو مردوں کی طرح باہر نکل کر خدمت اسلام کا موقعہ نہیں ملتا - اسلئے ہم کچھ نہیں کر سکتیں - سو اس کا جواب یہ ہے - کہ باہر نکلنا ہی صرف خدمت دین کا واحد طریق نہیں - مانا کہ ہم مردوں کی طرح باہر نکلکر اسلام کی خدمت نہیں کر سکتیں - لیکن ہمارے پاس دوسرے طریق اتنے موجود ہیں - کہ ہم کو باہر نکلنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی - اور وہ طریق جن سے ہم آج کل اسلام کی خدمت بجا لاسکتی ہیں یہ ہیں :-

**اوّل** سب سے بڑا طریق خدمت اسلام کا یہ ہے - کہ عورتیں مال سے اسلام کی خدمت کریں - کیونکہ اس وقت اسلام کو مال کی بڑی ضرورت ہے - اور عورتوں کے پاس زیور کپڑے کی صورت میں مال کافی ہوتا ہے - لہٰذا عورتوں کو چاہیئے - کہ وہ اپنے زیور کپڑوں میں سے کچھ حصہ خدا کے دین کی مدد میں دیں - ان کو چاہیئے کہ وہ زیور کپڑوں کی بجائے خدا اور اس کے رسول کے دین سے محبت کریں - بہنوں کو یاد رکھنا چاہیئے - کہ ان زیور اور کپڑوں سے ہماری اسوقت تک کوئی عزت و توقیر نہیں - جب تک کہ ہمارا پیارا اسلام سخت خطرہ میں ہے - کیونکہ

سب شان ہے مسلم کی اسلام کی شوکت سے -

پھر یہ کہ روپے کے خرچ کرنے میں وہ جہاں تک ہوسکے کفایت شعاری سے کام لیں - انسان کی آمدنی کا زیادہ تر حصہ خوراک اور پوشاک پر صرف ہوتا ہے - سو اس میں حتی المقدور کفایت کا پہلو اختیار کریں - اکثر گھرانوں میں دیکھا گیا ہے - کہ دو وقت سالن روٹی کے علاوہ اور کئی قسم کے کھانے پکائے جاتے ہیں - اور پھر اس کے علاوہ نت نئی اشیاء محض تفریح طبع کے لئے کبھی بازار سے منگوائی جاتی ہیں - اور کبھی گھر میں تیار کی جاتی ہیں - جن پر بے حساب اور بے اندازہ روپیہ خرچ ہوتا ہے بہنوں کو چاہیئے کہ اسلام کی زندگی کے لئے تھوڑے عرصے کے لیے ان بے جا تکلفات کو ترک کر دیں - میں یہ نہیں کہتی - کہ وہ بخل سے کام لیں - نہیں - بلکہ ان اشیاء کا استعمال چھوڑ دیں - جن سے صرف نفس کی خوشی مقصود ہے - اور اس سے جو روپیہ بچے - اس کو ترقی اسلام کے واسطے دیں - یہ مالی قربانی تو ہوگی ساتھ اسکے جانی قربانی کا بھی مقصود حاصل ہو جائیگا -

اسی طرح پوشاک کے متعلق کفایت کو مدنظر رکھیں - افسوس ہے - کہ آجکل ہماری اکثر بہنیں فیشن کی رو میں بہہ رہی ہیں - کپڑا ایسا خریدتی ہیں - جو انکی حیثیت سے بالا ہو - پھر درزیوں سے سلانے میں بے دریغ روپیہ صرف کرتی ہیں - اور علاوہ ازیں پوشاک کی سجاوٹ کے لئے بڑھیا سے بڑھیا بیل اور فیتا گوٹا کناری پر بے اندازہ روپیہ خرچ کر جاتی ہیں - اور پھر قسم قسم کے لونڈر طرح طرح کے صابن اور نت نئے پوڈروں پر بہت روپیہ صرف کر جاتی ہیں - چاہیئے کہ اسلام کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تمام فضولیات کو یکدم ترک کر دیں - جن کے بغیر گذارہ ہو سکتا ہے - اور ان فضولیات پر جو رقم خرچ ہوتی ہے - وہ سب اشاعت اسلام کے لئے دیدیں - اور خدا کی خوشنودی حاصل کریں - ماحصل یہ کہ عورتوں کو چاہیئے - جہانتک ہوسکے - اسلام کو مالی امداد دینے کی کوشش کریں - روپے کے اسراف میں بیجا تکلفات سے کام نہ لیں - حتی المقدور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالیں - یاد رکھنا چاہیئے - کہ اسلامی سادگی کے آگے یہ سب تکلفات ہیچ ہیں -

**دوسرا** طریق خدمت اسلام کا یہ ہے - کہ عورتیں مردوں کو اشاعت اسلام میں مدد دیں - اور وہ اس طرح کہ خانہ داری کے تمام جھگڑوں اور ہر قسم کے تفکرات اور اپنے تمام گلوں اور شکوؤں سے مردوں کو آزاد رکھنے کی کوشش کریں - بدقسمتی سے ہم عورتوں کی ایسی عادت ہے - کہ خود خدمت اسلام کرنا تو درکنار مردوں کی خدمت اسلام میں حارج ہوتی ہیں - مثلاً یہ کہ مرد باہر تبلیغ کرنے جا رہا ہے - اور عورت گھر کے تنگی ترشی کے قصے بیان کر کے اس کا دماغ پریشان کرتی ہے - جس سے وہ اپنا وقت خوبی سے تبلیغ میں صرف نہیں کر سکتا - اور پھر یہ کہ مرد چندہ دیتے ہیں تو اکثر عورتیں گھر کے خرچ گنوانے شروع کر دیتی اور بعض تیز طبیعت بہنیں تو لڑنا ہی شروع کر دیتی ہیں - کہ کبھی میں نے اس دن اپنے کپڑوں کے لئے روپے مانگے تھے - تو جواب ملا تھا کہ ہے نہیں - اب بھلا پوچھا جائے - کہ یہ چندے کے لئے روپیہ کہاں سے نکل آیا - بعض مرد تو ان باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے برابر چندہ دیتے ہیں لیکن بعض کمزور طبائع رکھنے والے مرد ایسی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں - اور وہ یہ کہکر چندہ دینے سے رک جاتے ہیں - کہ اچھا یہ تم خرچ کر لو - ہم بعد میں چندہ [illegible] حالانکہ عورتوں کی ضرورتیں تو کبھی ختم ہونے والی نہیں [illegible] جتنا روپیہ دیکھیں گی - اتنا ہی اپنی ضروریات کو پھیلا [illegible] پھر کہ مرد [illegible]

واپسی میں کچھ دیر ہو جائے۔ تو بیوی غصے سے آگ ہو جاتی ہے۔ مرد کے آتے ہی جب دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے۔ تو نہایت ناراضگی سے یہ جواب ملتا ہے۔ یہاں کوئی تمہارا نوکر ہے۔ جو آدھی رات تک دروازہ کھولنے کے لئے بیٹھا رہے۔ یہ باتیں اگر کبھی کبھار ہوں۔ تو مرد پرواہ بھی نہ کرے۔ لیکن اگر ہر روز بیوی کی طرف سے یہی شکایت چلی جائے۔ تو آخر مرد انسان ہے۔ کوئی فرشتہ تو ہے نہیں جس پر ہر وقت کے کہنے کا اثر نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہر روز کی جھک جھک سے وہ اس کام کو ترک کر دیتا ہے۔ یہ ہے ہماری عورتوں کی حالت۔ خود تو دینی خدمت کی توفیق نہیں۔ اگر مرد کریں تو اسمیں بھی سد راہ ہوتی ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے۔ کہ مردوں کی خدمات دین میں روک نہ ہوں۔ بلکہ ان کی ہر قسم کی مدد کریں۔ خانہ داری کے تمام بکھیڑوں کا وہ خود تصفیہ کریں۔ مردوں کو ہر قسم کے تفکرات سے بچانے کی کوشش کریں۔ مردوں کا خدمت دین کے واسطے چندہ دینا انکو ناگوار نہ گذرنا چاہیئے۔ بلکہ خود کہکر ان سے اسلام کو مالی امداد دینی چاہیئے۔ اپنی تمام ضروریات کو اسلام کی ضروریات کے مقابلہ میں حقیر سمجھنا چاہیئے۔ اور ایسے ہی اگر مردوں کے خدمت اسلام میں مصروف رہنے کی وجہ سے عورتوں کو کچھ تکلیف ہو۔ تو اسلام کی خاطر اس کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے۔ غرض جہانتک ہوسکے۔ مردوں کو خدمت اسلام میں مدد دینی چاہیئے۔ آخر یہ خیال ہونا لازمی ہے۔ کہ اسلام اکیلے مردوں ہی کا نہیں ہے۔ ہمارا بھی ہے۔ اگر اس کو کچھ نقصان پہنچا۔ تو اکیلے مردوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ بلکہ ساتھ ہمیں بھی دکھ پہنچیگا۔

**تیسرا طریق** خدمت اسلام کا یہ ہے۔ کہ عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے گھر کے سب مردوں کو یعنی شوہروں کو اور باپ کو اور بیٹوں کو غرض گھر میں جو مرد خدمت اسلام کی طاقت رکھتے ہوں۔ ان سب کو اسلام کی خدمت کرنیکے واسطے زور دیں۔ اور کبھی سختی اور کبھی نرمی سے ہمیشہ اسلام کی حالت بتا کر ان میں اسلام کی غیرت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کو اسلام کی خدمت کے واسطے اکسایا جائے۔ یہ طریق ایسا عمدہ ہے۔ کہ اس میں بہت کچھ کامیابی کی امید ہوسکتی ہے۔ کیونکہ عورتوں کی غیرت دلائی ہوئی مردوں میں بجلی کا سا اثر کرتی ہے۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ عرب والے جنگوں میں اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے جاتے تھے۔ جو وہاں ایسے ایسے اشعار پڑھتی تھیں۔ جن سے مردوں کے اندر غیرت جوش مارتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے سینوں پر تیر کھا کھا کر مر جاتے تھے۔ لیکن دشمن کو پیٹھ نہیں دکھاتے تھے۔ لہذا عورتوں کو چاہیئے۔ وہ ضرور اس طریق کو ہمیشہ شروع کریں۔ اور برابر جاری رکھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ مرد جب باہر بھی یہی تذکرہ سنیں گے۔ اور گھر میں بھی

تو خواہ وہ اسلام کی طرف سے کتنے ہی بے حس و حرکت کیوں نہ ہوں گے۔ ضرور جوش میں آکر اسلام کی خدمت میں لگ جائینگے۔

**چوتھا طریق** خدمت اسلام کا یہ ہے۔ کہ عورتوں کو چاہیئے کہ اولاد کی تربیت وہ اس طریق سے کریں۔ کہ بڑے ہو کر وہ اسلامی خوبیوں کے اعلیٰ نمونے ہوں۔ اور اسلام کی غیرت و حمیت ان میں اتنی بھری ہو۔ کہ اسکی خاطر اپنے سر کٹانے میں بھی دریغ نہ ہو۔

تربیت اولاد اسلام کی اس قدر اہم اور ضروری خدمت ہے۔ کہ اسکے نہ ہونیکی وجہ سے اسلام آج تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ لہذا عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اولاد کے دل میں بچپن سے ہی خدا اور اسکے رسول کی محبت ڈالیں۔ بچوں کی عمر کے ابتدائی سال اپنی ماں کے پاس گذرتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی ماں کا اثر ہی قبول کرتا ہے۔ لہذا عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بچوں کو انکی سمجھ کے موافق اسلامی باتیں بتائیں۔ اور ان کو اسلامی اصول کا پابند بنائیں۔ اور اسلام کی محبت اور اس کی غیرت ان کے دل میں بٹھائیں۔ تا وہ بڑے ہو کر ایک ایسی مضبوط چٹان ہوں کہ دشمن کی کوئی طاقت ان کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

**پانچواں طریق** خدمت اسلام کا یہ ہے۔ کہ عورتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی ہمجولیوں اور ملنے والی عورتوں کو حالات حاضرہ کی طرف توجہ دلا کر ان کو اپنی حالت کے درست کرنے کی ضرورت بتائیں۔ شرک و بدعت اور بد رسومات جنہوں نے ان کو غیر مسلموں کا مقروض بنا دیا ہے۔ ان سے رہائی دلانے کی کوشش کریں۔ اور غیر مسلموں سے خود بھی کوئی چیز نہ خریدیں۔ اور اپنی ملنے والیوں کو بھی منع کریں۔ اور ان کو اسلامی مسائل سے کماحقہ آگاہ کریں۔ اور جن طریقوں سے خدمت اسلام خود کر رہی ہیں۔ ان طریقوں سے اپنی ہمجولیوں اور ملنے والیوں کو بھی عمل کرنے کے واسطے تاکید کریں۔ اور پھر جو بہنیں پڑھی لکھی ہوئی ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ان میں سے جو لیکچر یا تقریر کر سکتی ہیں۔ وہ اپنے لیکچروں اور تقریروں کے ذریعے اپنی ان پڑھ بہنوں کو اسلامی احکام سے آگاہ کریں۔ اور ان کی ترقی کے اسباب ان کو بتائیں۔ اور پھر جو بہنیں مضمون نویسی کا ملکہ رکھتی ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے اسلامی اخبارات و رسائل میں ایسے مضامین تحریر کریں۔

غرض زبان اور تحریر سے جس کسی طرح بھی ہو سکتا ہے۔ بہنیں خدمت اسلام کو سر انجام دیں۔ اور آخرت میں اس کے بہترین اجر کی مستحق ہوں۔

دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو اسلام کی خدمتیں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور اسلام کا جھنڈا دنیا میں بلند کرے۔ آمین ثم آمین

# خیر البشر کی شان میں گستاخیاں کرنیوالے

(از جناب منشی قاسم علی خان صاحب رامپوری)

ملا کر خاک میں اسلام کے خلق و رواداری
ہوا ہے شیوہ کفار مسلم کی دل آزاری

ہماری آرزوئیں پہلے تو کی حاکم سے غداری
رہے ناکام تو شدھی کا ڈالا دام مکاری

پڑی یہ داغ بیل دل ہمدردیٔ انساں میں
ہوا یہ فیض سیوا سمتی کے نام سے جاری

ہوا گرد میدانی سماجی بد زبانی میں
فتون جنگ سے سنگٹھن کی کرکے تیاری

کوئی مسلم کہیں جو بے بسی میں قتل کر ڈالا
تو مظلومانہ خود کرنے لگے فریاد و عیاری

غرور کثرت افراد و مال اہل ہندی ہے
گھمنڈ اس پر کہ ہم سے پُر ہیں عہدہ ہائے سرکاری

عدالت بھی ہماری ہے وکالت بھی ہماری ہے
ہمیں ہیں چیف جسٹس ہم ہی ہیں لندن کے درباری

ہر اک صنعت ہماری ہے تجارت بھی ہماری ہے
ہر اک سوداگری و سود میں ہے گرم بازاری

تماشا ہے محمد مصطفیٰ کی شان میں ظالم
کیا کرتے ہیں گندی گالیاں دیکر شرر باری

ہے کس چکر میں تو اے آسماں کیا بات ہے آخر
پہنچتی کیا نہیں تجھ تک ہماری نالہ و زاری

نہیں کیوں ٹوٹ پڑتا تو نہیں کیوں پھٹ پڑتا تو
کہ تیرے سامنے ہیں محبوب حق پر ہوتے تیغ زاری

محمد وہ محمد مصطفیٰ خیر البشر ہے جو
زمین و آسماں کرتے رہے جسپر گہر باری

وہی خیر الرسل انسانیت کا خاتمہ جس پر
وہی جن و ملک کرتے ہیں جسکی غاشیہ برداری

وہی جسکے کرم سے آج ہیں فرزند دنیا میں
وہی جسنے سکھائی اپنے بیگانے سے دلداری

غلاموں سے اسی کے سیکھکر علم و ہنر ظالم
لگے محسن کشی کرنے بنا کر شکل خونخواری

کہاں ہیں آج جنکو اسکی فرزندی کا دعویٰ ہے
کہاں ہیں جان تک جنکو نہیں اس نام سے پیاری

کہاں وہ منہ ہیں جنکا کلمہ ہی کلمہ محمد کا
کہاں وہ آنکھ ہے اس نام پر جس سے ہے خوں جاری

کہاں وہ جسم ہے جسکی رگوں میں خون غیرت ہے
کہاں وہ جوش غیرت ہے جو کرے جو ست سرشاری

کہاں سینہ ہے وہ شیدا ہے جو دشمن کے تیر و نگا
کہاں ہے آج وہ سر جو ہے مجنون فدا کاری

کسی نے مجھکو گیا تھا مخاطب گو ہلکو ہمیں خود اپنا
کہ میری خود زباں پر ہے یہی دعوی دینداری

رسول حق کے دشمن حیف ہیں ہم دوست ہیں دکھا نہیں جائیں
ہے تف ہم پر کہیں ہم ان سے جو کچھ بھی رواداری

رسول اللہ کو جو گالیاں دے منہ لگائیں ہم
یہی منہ کیا ہمارا ہو گا پیش حضرت باری

کہیں ناپاک ہے جو اس پاک کو ہم پاک نہیں جانیں
نہ کھانے پینے سے نفرت کریں ان سے تو بیزاری

تو سمجھو آسماں ان پر نہیں ہم پر ہی ٹوٹے گا
جو ہم ہیں نام کے نوری حقیقت میں ہیں ہو ناری

خدا کے واسطے اے مسلمو ہشیار ہو جاؤ
کہ اب تو سر پہ آ پہنچی تمہارے ذلت و خواری

محمدؐ کا جو دشمن ہے تمہاری جانکا دشمن ہے
اسے اندھا کئے ہے اپنی کثرت اور زرداری

اگر کچھ آج کرنا ہے تو کر لو پھر نہیں مہلت
نہ کام آئیگی ہرگز بعد میں کچھ گریہ و زاری

مٹینگے ہم تو دنیا پر مگر نام محمدؐ پہ
کہ سر دنیا ہمیں اس راہ میں ہے عین سرداری

تکبر میں زمانہ غزنوی کا بھول بیٹھے ہو
وہ خاموشی سومناتی کیا بھلا دی آپنی ساری

وہ تھا محمود غزنی اور یہ ہے محمود ربانی
زمین و آسماں کا فرق ہے گامہ ہے بلقاری

صدائے قادیانی آسمان کے پار جا پہنچی
خدا کی جوش میں آنے لگی ہے شان قہاری

---

# رباعی

(از جناب اکمل)

امام قادیاں کے مشوروں پر گر عمل ہو گا
مسلماں بھائیو! پیش آمدہ مشکل کا حل ہو گا
بھلا دو بغض و کینے ایک ہو کر نیک ہو جاؤ
خدا کے فضل سے زائل یہ ملت کا خلل ہو گا

---

# سب کچھ نثار کردو

## وطن پر اسلامی جھنڈا لہرانے کے لئے

(از محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب بانٹلے)

کوئی صرف اس شہر یا گاؤں پر فدا ہو گا۔ جس میں اس نے جنم لیا۔ یا پھر اس سارے ضلع سے الفت رکھے گا۔ یا پھر کوئی اک قدم اور بڑھ جائے۔ تو سارے اس صوبہ کا والا و شیفتہ ہو گا۔ جس میں اس کی پیدائش ہوئی۔ پھر اگر کسی کا دائرہ محبت اور وسیع ہو گیا۔ تو وہ سارے اس ملک کا شیدائی ہو گا۔ جہاں وہ نیست سے ہست اور عدم سے وجود میں آیا غرض دائرہ وطنیت محدود ہو یا وسیع۔ مگر ہر شخص کسی نہ کسی طرح وطن پرستی کی مے سے ضرور لبریز ہو گی۔ خواہ اس مے کے رنگ مختلف ہوں۔ ذائقے جدا جدا۔ پیمانے الگ الگ مگر یہ جذبہ الفت و عزت ہر ایک کے دل میں جاگزین ضرور ہے۔

---

جب کسی شے سے الفت و محبت ہو۔ جب کسی سے انس و دلبستگی ہو تو فطرت انسانی اس کے لئے اپنے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد کر لیتی ہے۔ وہ اس کی سود و بہبود کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ اس کی بہتری و برتری کی فکر کرتی ہے۔ اسے اس کی آسائش و زیبائش کی دھن لگی رہتی ہے جوں جوں محبت دل میں ترقی کرتی ہے یہ جذبہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ تمام ممکن وسائل سے وہ اس کی شان و شوکت کو بڑھاتا ہے اس کی عزت و عظمت کو دوبالا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی پہلی اور آخری خواہش یہ ہو جاتی ہے۔ کہ وہ اپنے محبوب کو زیادہ سے زیادہ خوش! زیادہ سے زیادہ آراستہ۔ زیادہ سے زیادہ نیک نام دیکھے۔

اس کے لئے وہ کبھی بھی ایثار سے دریغ نہیں کرتا۔ اس کے لئے وہ کسی بھی مشکل کو مشکل نہیں جانتا۔ اور کسی بھی تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا۔ اس کی انتہائی تمنا اس کی دلی آرزو۔ اس کی پوری کوشش یہی ہوتی ہے کہ محبوب کے لئے ہر سامان راحت و نیک نامی مہیا کرے اور اسی میں وہ خوشی محسوس کرتا ہے۔

---

عشق و محبت کے بھی کیا کرشمے ہیں۔ اس نے کیسے کیسے میدانوں میں قدم مارے ہیں۔ کیسے کیسے نظارے دنیا کو دکھائے ہیں نہ معلوم اس کے ترکش میں کس بلا کے تیر ہیں۔ کہ جس پر چلائے ناممکن ہے کہ خطا ہو۔ جس پر اس کی نظر پڑی۔ کب ممکن ہے کہ وہ آپے میں رہے۔ طور موسیٰ پر۔ قربانی خلیل میں۔ غار ثور میں۔ بدر کے میدان میں۔ اُحد کی پہاڑی پر محبت و عشق کا ہی جلوہ تھا۔

پھر یہ الٰہی محبت کے ہی ثمرے تھے۔ کہ کسی کو صدیق کا رتبہ ملا۔ تو کسی کو فاروق کا۔ ہاں یہ محبت ہی تو ہے۔ جو راجپوتانے کے تپتے ہوئے صحراؤں میں کھنیاں گلے میں ڈلوائے بھوکے پیاسے شدھی کے میدان میں احمدیت کا پھریرا لہراتا ہے۔ مگر ہاں ذرا محبت کے اس نظارے کو دیکھو اور سنو کہ لاکھوں انسانوں کی جماعت کا مقدس و محترم امام جس کے پسینہ کے ایک ایک قطرہ پر جماعت اپنا خون گرانا سعادت اور خوش قسمتی سمجھتی ہے۔ اس نے "قوت لایموت" (یعنی معمولی کھانے) پر اکتفا کی۔ تاکہ جو کچھ بچ سکے۔ وہ اسلام کے لئے خرچ ہو۔ سبحان اللہ۔

اسلام ہمارے دلوں کا سرور۔ اسلام ہماری آنکھوں کا نور۔ اسلام ہمارے گھروں کی زینت و برکت۔ اسلام ہماری دولت و ثروت۔ اسلام ہماری عظمت و شوکت۔ اسلام ہماری عزت و حرمت۔ اسلام! ہاں یہ پیارا اسلام ہماری جان ہے ہمارا سرمایہ ہے۔ ہمارا خزانہ ہے۔ ہمارا آرام ہے۔ اطمینان ہے سکون ہے۔ ہماری دنیا ہے۔ ہماری آخرت ہے۔ ہمارا ملجا ہے۔ ہمارا ماویٰ ہے۔ یہی ہمارا مقصود ہے۔ یہی محبوب اور یہی مطلوب! اول اور آخر ظاہر اور باطن۔ یہاں اور وہاں۔ سب کچھ یہی اور پھر یہی ہے۔

---

اب دلوں میں اس محبت کے ہوتے ہوئے۔ سینوں میں اس جوش کے ہوتے ہوئے۔ رگوں میں اس حمیت کے ہوتے ہوئے۔ ہمارے کیا فرائض ہیں؟

اسلام ہمیں محبوب اور وطن ہمیں عزیز! تقاضائے فطرت یہ کہ ان میں رشتہ اتحاد مضبوط باندھا جائے۔ اور وہ اس طرح کہ وطن اس پیارے اسلام کا حبل دونوں ہاتھوں اور پوری قوت سے تھام لے۔ یہ وطن اس دلربا اسلام کا عاشق ہو۔

---

اس وقت ہمارے عزیز وطن پر ضلالت کا اندھیرا چھا رہا ہے۔ باطل کی گرد و غبار اسکی خوشنمائی کو پوشیدہ کر رہی ہے۔ شدھی کی لہریں اسکی عمارتوں کو خراب کر رہی ہیں۔ گمراہی کی عفونت اس کی فضا مکدر کر رہی ہے۔ اس کے بسنے والوں کو موحدیوں کے بجاری غیر مطمئن اور خلاف فطرت [illegible] کھینچ رہے ہیں۔ ان کے ایمانوں کے خرمن [illegible]

سے تباہ کئے جا رہے ہیں۔ پیارے اور عزیز وطن سے اس مصیبت کے وقت نہ صرف ہمدردی بلکہ اس کی مدد بھی ہم پر فرض ہے۔ اِن آفات سے چھڑانا۔ ان بلاؤں سے نجات دلانا ان آلام سے رہا کرنا ہمارا نہیں تو اور کس کا کام ہے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس اسلام کا کبھی نہ غروب ہونے والا چمکتا دمکتا سورج ہے جس کے سامنے باطل کی ظلمت کا ٹھہرنا قطعاً دشوار ہے۔ آؤ اس سورج سے وطن کی ضلالت کی سیاہی دور کردیں۔ اس پاک تعلیم سے اسکی گرد جھاڑ دیں۔ توحید کی سفید قلعی سے چمکا دیں۔ دلائل و براہین سے باطل کے سب خرخشے مٹا دیں۔ اس میں عرفان کی نہریں جاری کردیں۔ حتیٰ کہ وطن اسلام کا اور اسلام وطن کا ہو جائے اور بس +

---

جس طرح ہماری محبت کا رنگ دنیا والوں کی محبت سے مختلف ہے۔ اسی طرح ہماری محبت کا دائرہ بھی ان سے بالکل جُدا ہے اور اسی طرح ہماری وطنیت بھی الگ۔ ہم اپنے آپکو خیر اُمت کہتے ہیں۔ سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے مشابہت رکھتے ہیں اور اپنے آپکو خادم اسلام کہتے ہیں۔ پھر ہم نے بعثت ثانی کو پایا ہے۔ موعودِ زمانہ کو پہچانا ہے اور اس سے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ ہم نے دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا عہد باندھا ہے۔ اس حیثیت سے کل جہان ہمارا وطن ہے اور آفاق میں جو کچھ ہے وہ ہماری مِلک۔ پورب پچھم اُتر دکن سب ہمارے وطن میں داخل۔ چاروں کونوں سے محبت اور محبت کے بعد اس کی بہتری و برتری کی فکر ہمارا فرضِ اولین اور جزوِ ایمان ہے۔ ہماری محبت صرف یہیں تک نہیں ہو سکتی۔ کہ ہم اپنے ملک کو سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا پائیں۔ اس کو قعرِ ذلت سے نکال کر اوج سعادت سے ہم آغوش کرائیں۔ ہماری یہ خواہش بھی ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر ہماری یہ تمنا ہے کہ اسلام جیسی دولت سے اس کے دامن کو بھر دیں۔ اس کے بسنے والوں کو آخرت کی دولت سے مالامال کردیں۔ اس میں رہنے والوں کو واحد لاشریک کا مقرب بنا دیں۔ ان کو خدا کے فضلوں کا وارث بنائیں۔ ان کو عذاب آخرت اور راہِ ضلالت سے بچا کر ان کے دلوں کو مطمئن اور زندگی کو خوشگوار بنا دیں +

---

اس فرض کو ہم کس طرح پورا کریں۔ ہماری اس تمنا کے بار آور ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اس میں زیادہ تجسس کی ضرورت نہیں۔ اس کی کلید ہمارے اپنے ہی پاس ہے۔ اور وہ قربانی ہے۔ ایثار ہے۔ اخلاص۔ اور اخلاص کے ساتھ جوش ہے۔ ہاں ہمارے سینوں میں ایک جوش اور نہ ٹھنڈا ہونے والا جوش۔ ایک تڑپ اور نہ کم ہونے والی تڑپ۔ ایک ارادہ اور مضبوط ارادہ کی ضرورت ہے اس کے پیدا ہوتے ہی نتیجہ ہمارے سامنے آجائے گا ایک بار ہمت اعلیٰ سے کام لو۔ ایک دفعہ خالص جوش اور سچی تڑپ کے ساتھ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ پر پورے زور سے عامل ہو۔ اپنی خواہشات کی۔ اپنے مال کی۔ اپنی جانوں کی اس پیارے اسلام پر قربانیاں چڑھاؤ۔ پھر دیکھو تمہاری یہ قربانیاں دنیا میں تہلکہ مچا دینگی۔ تمہاری یہ تڑپ کفر و باطل کی جڑھیں ہلا دے گی۔ تمہارا یہ ایثار ایک انقلاب عظیم برپا کر دے گا۔ اور پھر میدان تمہارے ہاتھ میں ہے +

---

آج ہمارے سینے تپاں اور دل کباب ہو رہے ہیں ہماری آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے پیارے نبی کے ناموس پر اور پیارے اسلام پر سیاہ دل دشمن گندہ دہنی سے حملے کر رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ بیقراری آہ و زاری اور اشکباری ہمارے ان زخموں پر مرہم رکھ سکتی ہے۔ یہ غم و غصہ ہمارے درد کا مداوا کر سکتا ہے۔ یہ رنج و الم یہ غیظ و غضب ہمیں تسکین دے سکتا ہے بالکل نہیں! +

---

کسی سے صدمہ پہنچے۔ کوئی دکھ دے یا آزار پہنچائے تو اس کا نتیجہ دل میں درد کا پیدا ہونا یقینی ہے۔ پھر وہ درد انتقام کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ دشمنوں نے فخر الانبیاء شافع محشر کی شان میں گستاخی اور بیہودہ سرائی کرکے ہمارے دلوں میں درد پیدا کر دیا ہے۔ اور یہ درد اپنا نتیجہ (جذبہ انتقام) پیدا کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ اب ہم انتقام لینا چاہتے ہیں۔ مگر کن اسلحہ سے؟ "لاٹھیوں" سے نہیں "اینٹوں" سے نہیں سوڈے کی بوتلوں سے نہیں۔ بکواس اور گالیوں سے نہیں اور نہ ہی "کرپانوں" سے +

---

تن من دھن قربان کرکے۔ نفسانی خواہشوں پر چھریاں پھیر کر۔ اپنے آرام کو چھوڑ کر۔ قرآن پاک کی شمشیر پکڑ کر۔ حق و صداقت کا پستول بھر کر۔ توحید کا جھنڈا ہلا کر۔ اپنے پیارے اور مقدس امام کی زیر کمان دلائل و براہین کے شوٹ کرتے ہوئے دشمنوں پر دھاوا بول دیں۔ اور اس میدان سے اس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں جب تک دشمن کے انہیں ہونٹوں سے سید الانبیاء کی شان میں قصیدہ خوانی نہ سُن لیں۔ اور انہیں دوست نہ بنالیں +

---

لکھا ہے کہ جناب طارق بن زید جب جہاد کرتے ہوئے کوہ پیرینیز کے پاس پہنچے۔ تو سخت معرکہ کی جنگ تھی۔ پشت کی جانب بھاری سمندر موجزن تھا۔ جس میں اسکے سفری بیڑے کھڑے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ مقابلہ سخت اور کڑا ہے فوج بھی مٹھی بھر ہے اور قصر تثلیث پر توحید کا جھنڈا بھی ضرور گاڑنا ہے تو آپ نے وہ جہاز جن کے ذریعہ واپس جا سکتے تھے۔ غرق کرا دیئے۔ اور فوج سے فرمایا کہ اب واپس پھرنے کی راہیں بند ہیں۔ بس اب یا مار لو یا مر جاؤ۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں اُن مٹھی بھر جانبازوں نے توحید کا جھنڈا گاڑ کر دُنیا کو دکھا دیا +

---

کیا ہم میں وہ عزم بالجزم۔ وہ ارادت۔ وہ استقلال پیدا نہیں ہو سکتے۔ کیا ہم ان بعظیم الشان ہستیوں سے اپنے آپ کو تشبیہ دیتے ہوئے انکے کارناموں۔ انکی ہی ہمتوں کی تجدید نہیں کر سکتے۔ اگر ہم وہ جذبہ وہ جوش پیدا نہ کر سکیں یا اگر اس قربانی و ایثار سے ہم کام نہ لیں۔ اگر وہ استقلال وہ ہمتیں ہم میں نہ ہوں۔ اگر باطل کے اس میدان میں سب کچھ قربان کو کے ہم نہ کود یں۔ تو ہمیں مثیل صحابہ کہلانے سے شرمانا پڑے گا + پس ضرورت ہے کہ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہوئے سب کچھ اس دین پاک کی عزت پر نثار کر دیں۔ اور وطن کو اس چاہِ ضلالت سے نکال لیں +

---

بیشک ہماری تعداد تھوڑی ہے مگر ہمارا ایمان اس خدا پر ہے۔ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً پس جلدی کرو۔ عرفان الٰہی کے جام بھر بھر کر ان کو پلا دو۔ شراب معرفت سے انہیں مخمور کر دو۔ تا یہ اپنے گالیوں کے پلندوں کو بے اختیار ہو کر جلا دیں۔ ناپاک قلموں کو توڑ دیں اپنے کئے پر پشیمان ہوں۔ اور خشوع کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے لگیں۔ کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور پکار اُٹھیں:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ +

---

**دنیا کی بہترین متاع** عبداللہ بن عمر سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا کی بہترین متاع صالحہ بی بی ہے۔ (مسلم)

# ہندو مذہب میں جانوروں کی قربانی اور گوشت خوری

(از قلم پنڈت آتمانند صاحب ستردا پیتی دریا دا پیتی بانیٔ ست دھرم آگرہ)

معزز ناظرین! ہندو مسلم نفاق و نفرت کا سب سے بڑا باعث قربانی اور گوشت خوری ہے۔ اگرچہ گوشت خوری اور بکری بھیڑوں وغیرہ کی حیوانی قربانی بعض ہندوؤں میں بھی رائج ہے۔ لیکن مسلمانوں کے خلاف ہندو بھائیوں کی نفرت و مغائرت کا واحد باعث گائے کشی ہے۔ حالانکہ مسلمان لوگوں کے ہاتھ گائیں بیچنے کی واحد ذمہ داری خود ہندوؤں کے سر ہے۔ چودھری اور بکنز در اور بسا اوقات جوان گائیں کو تھوڑے سے لالچ پر بیچ دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور ہر روز ہزاروں گائیں قتل ہوتی دیکھ کر ہندوؤں کا چپ رہنا مگر بقر عید کے روز معدودے چند گایوں کی قربانی کرنے پر مسلمان اصحاب کے خلاف خون خرابہ کرنا ہمارے ہندو بھائیوں کی صریح زیادتی ہے۔ اگر ان کا یہ خیال ہے کہ خدا کے نام پر حیوانوں کا قربان کرنا ناقابل معافی گناہ ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ پرانوں سے لیکر ویدوں تک تقریباً ہر ایک ہندو دھرم پستک میں گائے وغیرہ مفید حیوانوں بلکہ انسانوں تک کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے۔

حیوانی اور انسانی قربانی کے بانی مبانی وید مقدس اور ویدک رشی ہی تھے۔ اور بقول مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج حیوانی قربانی کا ذکر بائیبل وغیرہ کتابوں میں ویدوں سے ہی گیا ہوا ہے۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش ایڈیشن چہارم صفحہ ۵۲۳ میں لکھا ہوا ہے:

"تب نوح نے خداوند کے لئے ایک بیدی (ذبح) بنائی۔ اور سارے پاک چرندوں اور پاک پرندوں میں سے لیکر اس مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں۔ (محقق) قربانگاہ (ویدی) کے بنانے اور سوختنی قربانیاں چڑھانے (ہوم کرنے) کا ذکر ہونے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ باتیں ویدوں سے بائیبل میں گئی ہیں۔"

لیکن ہندوستان کی بدقسمتی سے مہرشی شری سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج جیسے عالم وید نے بھی بعد ازاں ہندو قوم اور ہندو مذہب کی ناجائز طرفداری اور الفت میں پھنسکر ویدوں کی ایسی باتوں کی پردہ پوشی کرنے کی نیت سے گومیدھ اشومیدھ۔ نرمیدھ لفظوں کے معانی بجائے۔ گائے گھوڑے انسان کی قربانی کے نفس کشی۔ زراعت۔ نظام مملکت اور مُردہ جلانا وغیرہ کر دیئے۔ اور ہندو مسلم فساد کی مستحکم بنیاد پڑ گئی۔

حالانکہ ۱۸۷۵ء تک مہرشی دیانند کا ذاتی اعتقاد بھی یہ تھا کہ ویدوں اور ویدوں کی تفاسیر و تراجم براہمن گرنتھوں میں گائے۔ بیل وغیرہ مفید حیوانوں کی قربانیوں کا جواز ہے۔ چنانچہ مہرشی موصوف اپنی اصلی ہندی ۱۸۷۵ء مطبوعہ بنارس والی ستیارتھ پرکاش میں یہ لکھتے ہیں۔

"اس سے جہاں جہاں گومیدھ آدک لکھے ہیں وہاں وہاں پشوؤں میں نروں کا مارنا لکھا ہے۔ اس سے اس ابھیرائے سے نرمیدھ لکھا ہے۔ پشو نر کو مارنا کہیں نہیں۔ کیونکہ جیسی پشٹی بیل آدک نروں میں ہے ویسی استریوں میں نہیں ہے۔ اور ایک بیل سے ہزار ہا گیا گربھوتی ہوتی ہیں۔ اس سے ہانی بھی نہیں ہوتی سوئی لکھا ہے

गौरनुबन्ध्यो . अजोऽग्नीषोमीयः

برہمن کی شرتی ہے۔ اسمیں پلنگ نردیش سے یہ جانا جاتا ہے کہ بیل آدک کو مارنا۔ گیا کو نہیں۔ سو بھی گومیدھ آدک یگیوں میں اتنتر نہیں کیونکہ بیل آدمی سے بھی منشیوں کا بہت اپکار ہوتا ہے۔ اس سے اُن کی بھی رکشا کرنی چاہیئے۔ اور جو بندھیا گائے ہوتی ہیں انکو بھی گومیدھ میں مارنا لکھا ہے

स्थूलपृषतीमाग्नेवारुणीमनड्वाहीमालभेत

یہ براہمن کی شرتی ہے۔ اسمیں استری لنگ اور ستھول پرشتی و شیش سے بندھیا گائے لیجاتی ہے۔ کیونکہ بندھیا سے وگدھ وتسیہ آدکوں کی اُتپتی ہوتی نہیں۔"

نیز اُسی اصلی ۱۸۷۵ء والی ہندی ستیارتھ پرکاش میں دوسری جگہ پر لکھا ہوا ہے۔

"یگیوں کے وشیوں میں آپ کُترک کرتے ہیں۔ سو پدارتھ ودیا کے نہیں ہونے سے کیونکہ گرت۔ وُودھ اور مانس آدکوں کے بھاوت گن جانتے اور یگیہ کا اُپکار کہ پشوؤں کو مارنے میں تھوڑا سا دُکھ ہوتا ہے۔ پر تو یگیہ میں چراچر کا اتینت اُپکار رہتا ہے۔ ان کو جو جانتے تو کبھی یگیہ وشے میں ترک کرتے؟"

نیز اُسی اصلی ہندی مطبوعہ بنارس والی ستیارتھ پرکاش میں ایک اور جگہ پر لکھا ہوا ہے

"اگنو المبنی نام اشومیدھ۔ گوالمبن نام گومیدھ اور سنیاس گرہن اور مانس کا پنڈ دان اور دودھا سے دیور کے نیوگ سے پتر اُتپتی یہ پانچ سب کال میں کرنا چاہیئے ان سے بڑا اسنسار کا اُپکار ہے۔ اور کچھ پاپ نہیں۔ اس کے کہنے سے اجامیدھ آدکوں کا تیاگ نہیں آیا۔ اشومیدھ اور گومیدھ کا جو کرنا اس سے بڑا اسنسار کا اُپکار ہے۔ سو پہلے کہہ دیا۔"

سنسکار ودھی مطبوعہ بار اول میں بھی عمدہ اولاد کی خواہش

والی عورت کو گوشت کے ساتھ پکے ہوئے پلاؤ اور گھی کھانے کا ذکر لکھا ہوا ہے۔ ہمارے آریہ سماجی بھائیوں کا یہ کہنا کہ اصلی ہندی بنارس والی ستیارتھ پرکاش منسوخ شدہ ہے۔ اس لئے غلط ہے۔ کہ اول تو وہ ستیارتھ پرکاش مہرشی دیانند جی مہاراج کی زندگی بھر مروج رہی۔ اور کبھی بھی مہرشی موصوف نے گومیدھ اشومیدھ۔ اجامیدھ۔ نرمیدھ یگیوں میں گائے۔ گھوڑے بکرے اور انسانوں کی قربانی کی تردید نہیں کی۔ اور کہ "آدم ستیارتھ پرکاش" نامی کتاب میں سوامی شردھانند سنیاسی نے بھی مُردوں کے شرادھ کے ماسوائے باقی ساری ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس کو لفظ بلفظ صحیح مانا ہے۔ اور جو دگیاپن مہرشی دیانند جی نے یجر وید کے ٹائیٹل پیج (سرورق) کے دوسرے صفحہ پر دیا تھا۔ اسمیں بھی گائے وغیرہ حیوانوں کی قربانی والے مضامین کی تردید نہیں کی گئی۔ اور مروجہ ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ میں بھی لکھا ہے کہ "ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بار اول کے مطالب میں کسی جگہ کمی بیشی یا تبدیلی وغیرہ نہیں کیگئی"۔ واضح رہے کہ مروجہ ستیارتھ پرکاش مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج کی وفات کے بہت عرصہ بعد چھپوائی گئی ہے۔ اس لئے اس کے درست اور مہرشی دیانند سرسوتی کی تصنیف ہونے میں شک ضرور ہے۔ میرے خیال میں اگر تمام آریوں اور ہندوؤں کے کانوں اور دلوں میں یہ بات جانشین کر دی جائے کہ اگر گائے وغیرہ کی قربانی ایک نہایت بُری بات ہے تو بھی اس کا منبع و مخزن وید مقدس اور تقریباً تمام تر ہندو دھرم شاستر ہیں۔ اور کہ ہندوؤں کے بزرگ ویدک زمانہ کے آریہ لوگ اپنے یگیوں میں گائے۔ گھوڑے حتیٰ کہ انسان تک کی قربانی جائز سمجھتے تھے۔ اور کیا کرتے تھے۔ جس کی بنا پر جین بدھ اور چارواک مذاہب نے ویدوں کو براہمنوں کی تصنیف قرار دیا۔ حتیٰ کہ سائین اچاریہ مشہور مترجم وید نے بھی رگوید منڈل ۸، ۹ کے بھاشیہ میں ویدوں کو برہمنوں کی تصانیف قرار دیا ہے۔ تو مسلمان بھائیوں کے خلاف ہندو اور آریہ سماجی اصحاب کا جذبۂ نفرت اور مغائرت اور حقارت اگر بالکل نہیں تو کسی حد تک دور ہو کر ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ در اصل ہندو مسلم فساد و فتنہ کے واحد ذمہ دار وہی ہندو پنڈت اور مسلمان مولوی ہیں۔ جو کہ اپنی نفس پرستی اور خود غرضی سے عوام کو حقیقتِ حال سے آگاہ ہونے نہیں دیتے۔ اسی خیال سے میں ہندو اور آریہ بھائیوں کے مسلمات و اعتقادات کا [illegible] کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ امید ہے کہ میرے ہندو اور آریہ [illegible] جو ہندو مسلم اتفاق اور ملک ہندوستان کی [illegible] ہیں۔ خود غرض اور تنخواہ خور براہمنوں کی [illegible] پھنسکر غلط فہمی میں نہ پڑیں گے۔

۱۔ دشنو پران [illegible]

آدُردبونے۔ شرادھ کے دن براہمنوں کو ہوشیہ بھوجن کرانے سے پترلوگ ایک مہینے تک پوری ترپت رہتے ہیں۔ مچھلی دینے سے دو مہینے۔ ششک مانس سے تین مہینے۔ پکشی مانس دینے سے چار مہینے۔ شوکر مانس سے پانچ مہینے۔ بکری کے مانس سے چھ مہینے۔ این مانس دینے سے سات مہینے۔ رُورو کے مانس سے آٹھ۔ گویہ مانس سے نو۔ میڈھے کے مانس سے دس اور گو مانس سے گیارہ مہینے تک پتری گن پوری ترپت رہتے ہیں۔ پرنتو ویدی وار دھرنیس مانس دیا جاوے تو پترلوگ چیردن ترپت رہتے ہیں۔ ہے راجن! گینڈے کا مانس۔ کرشن شاک اور رتد ھویہ وستو ئیں شرادھ کرم میں بہت ہی شریشٹ اور ترپتی وایک ہیں"

۲۔ وشنو سنگمتا میں بھی مختلف دیوی دیوتاؤں یا پتروں کے نام پر مختلف حیوانوں کی قربانی اور ان کے گوشت سے ان اُن دیوتاؤں یا پتروں کی ترپتی بتلائی گئی ہے۔

۳۔ شو پران میں کوشک کے پتر گرگ رشی کے شاگردوں کا شرادھ میں گائے کے گوشت کھانے کا ذکر پایا جاتا ہے۔

۴۔ وشسٹھ سمرتی مترجمہ پنڈت بھیم سین میں لکھا ہوا ہے۔ کہ

"اگر براہمن۔ کھشتری یا راجہ مہمان آجائے تو گھر والا اُس کے لئے بڑے بیل اور بڑے بکرے کا مانس پکا دے"

۵۔ مہابھارت میں لکھا ہوا ہے کہ رانتی دیو راجہ روزمرہ دو ہزار گائے ذبح کروایا کرتا تھا۔ اور رشی منی اس کے ہاں بھوجن پایا کرتے تھے۔ اور کہ یہ راجہ مرنے کے بعد سورگ (بہشت) میں گیا۔

۶۔ منوسمرتی میں لکھا ہوا ہے کہ

मधु पर्के च यज्ञे च पितृ दैवत कर्मणि ।
अत्रैव पशवो हिंस्या नान्यत्रेत्यब्रवीन्मनुः ॥

مدھوپرک۔ یگیہ اور شرادھ اور دیوکرم انہیں ہی حیوانوں کی قربانی کرے۔ دوسرے موقعوں پر نہ کرے۔ یہ منو مہاراج کا فرمان ہے۔

۷۔ منوسمرتی میں ایک جگہ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ۔

"مچھلی کے گوشت سے دو مہینے تک اور ہرن کے گوشت سے تین مہینے۔ میڈھا کے مانس سے چار مہینے پرندوں کے گوشت سے پانچ مہینے تک (پتر سیر رہتے ہیں۔) بکرے کے گوشت سے چھ مہینے اور چتر مرگ کے گوشت سے سات مہینے۔ این مرگ کے گوشت سے آٹھ مہینے اور رورو مرگ کے گوشت سے نو مہینے تک سُور اور بھینسے کے گوشت سے دس مہینے تک ترپت (سیر) رہتے ہیں۔ اور خرگوش اور کچھوے کے گوشت سے گیارہ مہینے تک (پتر ترپت رہتے ہیں) گائے کے گوشت (بقول بعض گائے کے دودھ دہی وغیرہ) دودھ اور کھیر سے ایک برس تک اور واردھرنیس (لمبے کان والے بکرے) کے گوشت سے بارہ برس تک سیر رہتے ہیں۔ کال شاک۔ مہاشلک اور گینڈا۔ لال بکرا۔ مدھو اور سمپورن منیوں کے ان یہ بے انداز ترپتی (سیری) بخشتے ہیں"

۸۔ منوسمرتی میں ایک تیسری جگہ پر حلال اور حرام کی تفصیل کرتے ہوئے منو مہاراج فرماتے ہیں۔ کہ

"شوادھ (سیہ) شلیکیت گودھا۔ کھڑگ کچھوا۔ خرگوش یہ پانچ ناخن والوں میں بھکشن یوگیہ (حلال) اور اونٹ کو چھوڑ کر باقی سب ایک طرف دانت والے بھی (حلال ہیں)" جنہیں بوجہ ایک طرف دانت ہونے والی ہونے سے گائے بھی شامل ہے۔ بائیبل میں بھی اونٹ کو حرام لکھا ہے۔

پورے شلوک بمعہ حوالوں کے میں نے اپنی تصنیف گومیدھ یگیہ میں نقل کر دیئے ہیں۔

۹۔ دیوی بھاگوت اور مہابھارت وغیرہ میں شری کرشن جی کے ۳۰۱ حیوانوں کی قربانی والا اشومیدھ یگیہ کرانے کا ذکر لکھا ہوا ہے۔ جنہیں ایک گھوڑا اور باقی ۳۰۰ بکرے تھے۔

۱۰۔ بالمیکی رامائن میں بھی مہاراجہ دشرتھ کے ۳۰۱ حیوانوں والے اشومیدھ یگیہ کا بیان پایا جاتا ہے جسمیں مہارانی کیکئی نے تین واروں سے گھوڑے کی گردن کاٹی تھی۔

۱۱۔ شت پتھ براہمن میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں کی خوشنودگی کے لئے ہر روز کھیر اور گوشت کا ہوم کر کے واکیہ واکیہ اور پران کا پاٹھ کرنا چاہیئے۔

۱۲۔ یجروید کے سارے چوبیسویں ادھیائے میں مختلف دیوی دیوتاؤں کے نام سے مختلف حیوانوں کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے۔

۱۳۔ یجروید کے ایک منتر کے بھاوارتھ میں خود مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے لکھا ہے۔ کہ

"यो: भवन् पशुहविर्भुङ्क्ते दविस्साक्रियो मनुष्यो भवेत स प्रशंसामप्नोति"

ترجمہ:۔ "جو اس سنسار میں بہت پشو والا ہوم کر کے ہت شیش کا بھوگتا ویدوت اور ستکریا کا کرتا منش ہووے سو پرشنسا کو پراپت ہوتا ہے"

یہ ترجمہ بھی مہرشی دیانند جی کا کیا ہوا ہے۔ اصلی حوالے میں نے اپنی تصنیف گومیدھ یگیہ میں نقل کر دیئے ہیں وہاں دیکھیں

۱۴۔ رگوید منڈل اسوکت ۱۶۱۔ ۱۶۲ اور ۱۶۳ کے کل ۴۹ منتروں میں یجمان کے گھوڑے کو قربان کر کے اس کے گوشت کو سیخوں پر بھون بھون کر اور کباب بنا کر کھانے کے طریقے لکھے ہیں۔

۱۵۔ یجروید کے ایک منتر میں بکرے کی چربی سے ہوم کرنا لکھا ہے۔ منتر میں دو الفاظ مندرج ہیں۔ ایک छागस्य چھاگسیہ اور دوسرا: मेद: میدہ جنکے معانی بکرے کی چربی ہیں۔ لیکن مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ویدوں کی ان باتوں پر پردہ ڈالنے کی غرض سے ان کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ کہ

"بکرا آدی پشوؤں کے بیچ سے لینے یوگیہ پدارتھ کا چکنا بھاگ ارتھات گھی۔ دودھ آدی"

میرے آریہ بھائی اس وید منتر کے دیانند بھاشیہ پر دھیان دیں کہ سنسکرت میں لفظ چھاگ ہمیشہ پلنگ واچی یعنی صیغہ مذکر میں استعمال ہوتا ہے۔ کبھی بھی استری لنگ (صیغہ تانیث) یا نپنسک لنگ (صیغہ مخنث) میں مستعمل نہیں ہوتا۔ اس لئے رشی دیانند نے بھی لفظ چھاگ کا ترجمہ بکرا ہی کیا ہے نہ کہ بکری اور کہ لفظ میدہ کے معنی کسی لغت میں بھی "چکنا بھاگ ارتھات گھی۔ دودھ آدی" نہیں کیا گیا۔ بلکہ سب لغت میں چربی ہی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لئے مہرشی دیانند سرسوتی جی کا میدہ لفظ کے معنی بجائے چربی کے گھی دودھ وغیرہ کرنا صاف اور صریح مغالطہ دہی اور ویدک حقیقت کی پردہ پوشی ہے۔ حالانکہ بکروں کا گھی۔ دودھ ہونا بھی خلاف فطرت ہونے سے ناممکن ہے۔

۱۶۔ "आ ते अग्ने ऋचा हविर् हृदा तष्टं भरामसि ते ते भवन्तूक्षण ऋषभासो वशा उत"

اس رگوید منتر کے بھاش میں سائین آچاریہ نے بھی بیل وغیرہ حیوانی قربانی کا اقبال و اقرار لکھا ہے۔

۱۷۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ویدوں پر کس کا ترجمہ درست سمجھا جائے۔ مہرشی دیانند کا۔ یا سائین آچاریہ کا یا مہی دھر پنڈت کا یا اوبھٹ کا یا میکس مولر کا یا گرفتھ کا یا ولسن کا؟ ماسوائے مہرشی دیانند کے باقی سبھوں نے ویدوں میں حیوانی قربانی کا اقرار بلکہ اصرار کیا ہے۔ آریہ سماجی دوستوں کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ باقیوں نے ویدوں میں گوشت خوری اور حیوانی قربانیوں کا ہونا لکھا ہے۔ اور رشی دیانند نے نہیں لکھا۔ اس لئے صرف مہرشی دیانند کا وید بھاش ہی اکیلا صحیح ہے۔ حالانکہ صرف ونحو اور لغت کی

بنا بریں باقی تراجم مہرشی دیانند کے ترجمہ و تفسیر سے بدرجہا بہتر ہیں البتہ من مانی تاویلات کر کے ویدوں کی اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کیلئے بیشک دیانند بھاش لاثانی ہے۔ اس لئے جو شخص مہرشی دیانند کے بھاش کو درست نہ سمجھتا ہو جیسا کہ رشی دیانند کے بھاش کا ایک نمونہ نمبر (۱۵) میں دکھلایا جاچکا ہے۔ وہ ویدوں کے مطالب و مقاصد کو کہاں ڈھونڈے۔ اس کیلئے مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے خود ہی ایک معیار قائم کیا ہے۔ یعنی آپ نے ستیارتھ پرکاش ایڈیشن چہارم صفحہ ۲۳۶ میں بطور سوال و جواب لکھا ہے کہ ویدوں پر خدائی تفاسیر و تراجم برہمن گرنتھ ہیں۔ چنانچہ آپ کی تحریر یوں ہے۔

"سوال۔ وید سنسکرت زبان میں ظاہر ہوئے اور وہ اگنی وغیرہ رشی لوگ اس سنسکرت زبان کو نہیں جانتے تھے۔ پھر انہوں نے ویدوں کے معنے کیسے سمجھے"؟

جواب۔ پرمیشور نے جتلایا اور دھرماتما یوگی مہرشی لوگ جب جب جس جس منتر کے معنی جاننے کی خواہش سے توجہ کو یکسو کر کے پرمیشور کی ہستی میں سمادھی (مراقبہ) کے اندر قائم ہوئے تب تب پرماتما نے مطلوبہ منتروں کے معنی جتلائے۔ جب بہت لوگوں کے آتماؤں میں وید کے معنے ظاہر ہوئے تب رشی منیوں نے وہ معنی مہرشی منیوں کی روایات کی کتابوں میں لکھے۔ اُن کا نام "برہمن" ہوا یعنی برہم جو معنی وید ہے اسکی شرح ہونے کے باعث برہمن نام رکھا گیا"۔

اس تحریر کا صاف مطلب یہ ہے کہ مہرشی دیانند سرسوتی جی مہاراج برہمن گرنتھوں کو ویدوں پر خدائی تفاسیر یا تراجم مانتے تھے اور کہ جسطرح ویدوں کا الہام دیا جانا مانا گیا ہے۔ اسیطرح براہمن گرنتھوں کا بھی الہام دیا جانا مہرشی دیانند نے مانا ہے۔ دوئم تمام سناتن دھرمی ہندو لوگ تو مہرشی دیانند کے قول کے مطابق برہمن گرنتھوں کو بھی وید اور ویدوں کا جزو مانتے ہیں۔ اس لئے ویدوں کے معنی سمجھنے کیلئے آریہ سماجی اور سناتن دھرمی نقطۂ نگہ سے برہمن گرنتھوں سے بڑھکر دیگر کوئی کتاب نہیں۔ لہذا مجھے بھی مہرشی دیانندجی کے بتلائے اور قائم کئے ہوئے معیار سے ہی ویدوں کے معانی سمجھنے چاہئیں۔ چنانچہ گوپتھ براہمن میں

"अथातः सवनीयस्य पशोर्विभागं व्याख्यास्यामः" سے شروع کر کے "इति ब्राह्मणम्" تک ایک وید منتر کی تفسیر میں قربانی کی گائے کے سر۔ چھاتی۔ پاؤں۔ کھُر۔ پونچھ۔ بھیتر کی طرف کی موٹی آنت ہنسلی کی ہڈیاں۔ پھیپھڑے۔ چمڑا وغیرہ چھتیس ٹکڑے جدا جدا کر کے گومیدھ یگیہ کرنے کا بیان لکھا ہے۔ میں نے اپنی تصنیف گومیدھ یگیہ میں پورا حوالہ برہمن کنڈ کا نقل کر کے اُس پر ایک زندہ آریہ سماجی پنڈت جی کا ترجمہ بھی نقل کر دیا ہے۔ جو کہ ایک آریہ سماج کے پردھان ہیں۔ خواہشمند وہاں دیکھ لیں۔

۱۸۔ ایترے براہمن میں بھی تھوڑی سی لفظی تبدیلی کیساتھ قربانی والی گائے کے چھتیس ٹکڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اِن خدائی تفاسیر وید کی موجودگی میں مہرشی دیانند یا کسی دیگر آریہ ہندو بھائی کا گومیدھ۔ لفظ کا ترجمہ نفس کُشی یا زراعت وغیرہ کرنا مضحکہ خیز مغالطہ دہی اور ویدوں کے عیوب پر پردہ پوشی نہیں تو کیا ہے؟ آریہ بھائی یہاں کیا تاویل کر سکتے ہیں۔ کہ جہاں برہمن گرنتھوں میں بھی گائے کے ٹکڑے ٹکڑے جدا جدا کرنے کا بیان اور اُن سب جسمانی اعضا کا نام لکھا ہوا ہے جو ایک ہی ذریعہ نجات کا ہے۔ کہ برہمن گرنتھوں میں بھی ملاوٹ مان لیجائے۔ مگر اسطرح ویدوں کی خیر نہیں دکھائی دیتی۔ کیونکہ اول تو جب پرماتما کے ایک الہام میں ملاوٹ ہو سکتی ہے تو دوسرے میں بھی ہونا ممکن ہے۔ دوئم جب وہ بات جس سے ویدوں کے معانی کو تولا جاتا تھا خراب ہو گیا تو اب ویدوں کے معانی کو کس باٹ سے تولکر دیکھا جائے۔ اس طرح تو ویدوں کے معانی کا سمجھنا ہی ممکن نہیں۔

۱۹۔ ایترے براہمن میں ایک دوسری جگہ ایک رگوید منتر کی تفسیر و تشریح میں لکھا ہے کہ مہاراجہ ہریشچندر کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے راجہ ورن (دیوتا) سے اولاد کی خواہش کی ورن دیوتا نے اس شرط پر اولاد دینا منظور کیا۔ کہ جب ورن دیوتا اُس اولاد کی قربانی مانگیگا مہاراجہ ہریشچندر کو اس اولاد کی قربانی دینی پڑیگی۔ چنانچہ روہت نامی ایک بیٹا مہاراجہ ہریشچندر کے ہاں پیدا ہوا۔ اور جب وہ جوان ہوا تو بموجب شرط راجہ ورن (دیوتا) نے اسکی قربانی مانگی۔ لیکن بسبب پدری الفت کے باعث مہاراجہ ہریشچندر نے روہت کے عوض ایک برہمن لڑکے شُنہ شیپ शुनःशेप کی انسانی قربانی لینے پر ورن دیوتا کو راضی کر لیا۔ ایترے براہمن کے علاوہ یہی کتھا وشنو وغیرہ پرانوں میں بھی مندرج ہے چنانچہ مندرجہ ذیل رگوید منتروں میں بھی شُنہ شیپ اور ورن کا نام لکھکر اسی بات کا مذکور ہے۔

(۱) "तदिन्नक्तं तद्दिवा मह्यमाहुस्तदयं केतो हृद आ वि चष्टे। शुनःशेपो यमह्वद् गृभीतः सो अस्मान् राजा वरुणो मुमोक्तु॥"

(۲) शुनःशेपो ह्यह्वद् गृभीतस्त्रिष्वादित्यं द्रुपदेषु बद्धः। अवैनं राजा वरुणः ससृज्याद् विद्वाँ अदब्धो वि मुमोक्तु पाशान्॥

ویدوں میں تواریخ نہ ماننے والے آریہ اصحاب ان وید منتروں پر غور کریں اور مزید خواہشمند ہماری تصنیف "کیا وید ایشوری گیان ہیں" ملاحظہ فرمائیں۔

۲۰۔ ایک وید منتر کی خدائی تفسیر شت پتھ براہمن میں انسانی گھوڑے گائے۔ اور بھیڑ بکری وغیرہ حیوانوں کی قربانی کا ذکر پایا جاتا ہے جس کا پورا حوالہ معزز ناظرین "گومیدھ یگیہ" میں دیکھیں۔ بخوف طوالت صرف ایک کنڈکا شت پتھ براہمن کی لکھی جاتی ہے

"स यं पुरुषमालभन्त स किम्पुरुषोऽभवद्यावश्वं च गां चाविं चाजं चालभन्त स गौरश्च गवयश्चाभवतां यमाविमालभन्त स उष्ट्रोऽभवद्यमजमालभन्त स शरभोऽभवत्तस्मादेतेषां पशूनां नाशितव्यमपक्रान्तमेधा ह्येते पशवः"

۲۱۔ شت پتھ براہمن میں ایک اور وید منتر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اگنی سوم یگیہ میں جو نیر دواش ڈالا جاتا ہے وہ حیوانوں کے گیارہ سروں کو کوٹ اور پیکر بنایا جاتا ہے شت پتھ کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"तस्मादग्नीषोमीय एकादशकपालः पुरोडाशो भवति"

۲۲۔ برہد آرنیک اُپنشد میں بھی لکھا ہے۔

"औक्षेण वार्षभेण वा" سے لیکر "अथ य इच्छेत्" تک کہ جو یہ خواہش کرے کہ میرا بیٹا عالم۔ شیریں کلام۔ سب ویدوں کا قاری اور عمر دراز وغیرہ ہووے وہ بیل یا سانڈ کے گوشت والے پلاؤ کو گھی کیساتھ کھاوے۔

بخوف طوالت میں اس مضمون کو اتنے پر ہی ختم کرتا ہوں۔ مزید دیکھنے کے خواہشمند میری تصانیف "گومیدھ یگیہ" اور "کیا وید ایشوری گیان ہیں" ملاحظہ فرمائیں جنہیں میں نے سب حوالے پورے پورے درج کر دئے ہیں۔ اور جو آٹھ آنے فی کتاب قیمت اور بہ محصولڈاک پیشگی روانہ کرنے سے آتمانند شاستر اچینتی۔ ودیا اچینتی سیکرٹری۔ سائینٹفک اپریٹس اینڈ کیمیکل ورکس لیمیٹڈ آگرہ کے پتہ سے مل سکتی ہیں۔ دونوں کتابوں کے خریداروں کو محصولڈاک معاف۔

اس مضمون میں بفحوائے عاقلاں را اشارہ کافیست کی مصلحت اور دوراندیشی کے خیال سے سارے حوالے درج نہیں کئے۔ البتہ اگر کسی ہندو آریہ دوست نے انکار کیا تو مجبوراً مجھے وہ سب حوالے جو ابھی تک میری تصانیف تک ہی محدود ہیں پبلک میں لانے پڑیں گے میرا یقین ہے کہ ہندوؤں کی مسلمانوں سے نفرت اور مغائرت کا واحد باعث مسئلہ قربانی ہے۔ اور کہ ہندوؤں کو اسبات کا علم کرایا جائے کہ انکی اپنی مستند اور مذہبی کتابوں میں بھی گائے۔ گھوڑے۔ بکرے وغیرہ مفید حیوانوں بلکہ انسانوں تک کی قربانیوں کا ذکر اور انہیں ویدک زمانہ میں عملدرآمد بھی ہوتا رہا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ ہندو بھائیوں کے دل سے اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف جو نفرت مغائرت حقارت اور چھوا چھوت ہے۔ وہ سب کافور ہو کر دوستی۔ محبت اور اتحاد کی لہر جاری ہو جائیگی۔ یہ مضمون محض ایسے ہی ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کے خواہشمندوں کیلئے لکھا گیا ہے نہ کہ متعصب لوگوں کو چڑانے کی غرض سے۔

سب غیر متعصب ہندو۔ آریہ ...
سوامی عیسائی و مسلمان ...

# مسلمانوں کا حقیقی لیڈر کون ہے

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

آجکل مسلمان جس حالت میں ہیں۔ اور اپنی تمدنی مذہبی زندگی کے جو مرحلے طے کر رہے ہیں۔ ان کی نسبت کسی تشریح یا تصریح کی ضرورت نہیں۔ مصائب کا ایک پہاڑ ہے جو سروں پر ٹوٹا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر عمیق غاریں ہیں۔ جو منزل مقصود تک پہونچنے میں حائل ہیں۔ لامحالہ اسوقت کسی رہبر کی تلاش ہے مگر کئی ہیں جن کو وہ رہنما نظر نہیں آتا۔

## ینظرون الیک وھم لا یبصرون

میں اپنے بھائیوں کی خدمت میں نہایت خلوص کیساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ گذشتہ دس سال کے واقعات و حالات پر ایک سرسری نظر ڈالیں۔ جو جو مشکلات پیش آئیں ان کے حل کیلئے کئی لیڈر کئی رہنما کئی رہبر میدان عمل میں آئے اور ہمارے بھائیوں نے جان و مال سے ان کی امداد و متابعت کی۔ مگر نتیجہ کیا نکلا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ کئی رہبر۔ رہزن ثابت ہوئے کئی رہنما صراط مستقیم سے برگشتہ کرنے والے نکلے۔ کئی لیڈر ایسے بھی تھے اور ہیں۔ جنہوں نے خلوص قلب سے مشورہ دیا مگر وہ مشورہ غلط تھا۔ گمراہ کن ثابت ہوا۔ مرض پہلے سے بھی بڑھ گیا۔ بلکہ اکثر حالات میں تباہی و ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنے والا ہوا۔

بعض تجاویز ایسی بھی تھیں کہ وہ صحیح تھیں۔ مگر چونکہ وہ تجویزیں بتانے والے مؤید من اللہ نہیں تھے۔ اس لئے کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ کہ ان لیڈروں میں سے اب بھی ایسے موجود ہیں۔ جو خود اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم نے ہمالہ پہاڑ کے برابر غلطی کی۔ کیا یہ امر واقع نہیں۔ کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کو ہجرت کا مشورہ دیا آخیر میں ان کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم نے غلطی سے مسلمانوں کے اموال کو تباہ کرایا۔ کیا اسمیں کچھ جھوٹ ہے کہ ترک موالات کا فتویٰ تبدیل کرنا پڑا اور اس کے نتائج مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ ثابت ہوئے اور خود اس تحریک کے لیڈروں کو دوبارہ خود وہی کام کرنا پڑا جس سے وہ روکتے تھے۔ اور جسے مذہبی اعتبار سے سراسر کفر قرار دیا جاتا تھا۔ پھر کیا دنیا اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہی کہ مسلمانوں کی نگاہیں انگورہ کیطرف پھیر دی گئیں۔ اور ہمیں بتایا گیا کہ اس افق سے آفتاب مراد برآمد ہونے والا ہے۔ مگر صبح صادق۔ صبح کاذب ہی نکلی۔ اور ایک ٹوٹتا ہوا ستارہ بھی نظر نہ آیا۔ آہ کیا ہم اتنی جلدی بھول سکتے ہیں۔ کہ اسلام اور اہل اسلام کی برتری و بہبودی محض اور محض ایک خلافت کے قیام میں سمجھی گئی۔ اور اس کے لئے ولایت تک وفد بھیجے گئے۔ آخر کیا ہوا۔ ترکوں نے خلیفہ کو الگ کر دیا۔ ہمیں بتلایا گیا۔ کہ صرف مذہبی اور سیاسی اختیارات کو جدا جدا کیا گیا ہے۔ اور انتظامی لحاظ سے ایسا کرنا ضروری تھا۔ کچھ مدت کے بعد سننے میں آیا۔ کہ خلیفہ معزول کر دیا گیا۔ انتظار تھا کہ اب کیا تاویل ہوتی ہے۔ آخر ایک جواب بنا ہی لیا گیا۔ کہ خلیفہ تو معزول ہوا مگر خلافت قائم ہے۔ اور وہ نام ہے اس حکومت اسلامیہ کا جو جزیرۂ عرب سے باہر کی جا رہی ہے۔ لیکن خدا بھلا کرے حکومت انگورہ کا جس نے مسلمانوں کو دھوکہ میں نہ رکھا۔ اور یہ تشریح شائع کر دی کہ خلافت ہی اسلام و اہل اسلام کے زوال کا حقیقی موجب ہے۔ ہم کو اس کا نام تک اپنی حکومت میں گوارا نہیں۔ اس کے بعد ہوا۔ جو کچھ ہوا۔ کئی شعار اسلام ترک کر دئے گئے۔ احکام اسلامی کو بدلدیا۔ کہ شاید یہی دنیوی ترقی کی راہ ہو۔

اس کے بعد ہندوستان میں تنظیم کی آواز اٹھی۔ اس سرے سے اس سرے تک چکر لگائے گئے جمعیتیں قائم ہوئیں۔ مگر عملاً کچھ نہ ہوا۔ اور مسلمان حیران و ششدر رہ گئے کہ الٰہی کیا ہو گیا [illegible] جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال

آخر قادیان سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کوئی ہمیں نجات کیطرف بلا رہا ہے۔ سننے والوں نے سنا اور اقرار کیا کہ آواز دیر سے آ رہی تھی ہم ادھر متوجہ نہ ہوئے ورنہ امام قادیان ہی وہ پاک شخصیت ہے جس نے جو مشورہ دیا۔ صحیح ثابت ہوا۔ اور جو تجویز بھی کی درست نکلی۔

میں دعوے سے کہتا ہوں اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ نازک سے نازک مرحلے مشکل سے مشکل موقعے پر قادیان سے مسلمانوں کی جو بھی رہنمائی کی گئی وہ کبھی گمراہ کن یا تباہی افزاء نہیں ہوئی۔ بلکہ اول سے آخر تک برکت و احیاء کا موجب ہوئی۔ فرصت نہیں ریکارڈ مستحضر نہیں۔ ورنہ جی چاہتا ہے جسقدر اہم واقعات گذشتہ دس سال میں پیش آئے ہیں ان کی ایک فہرست دوں۔ ہر مصیبت ہر مشکل کے وقت دوسرے لیڈروں نے جو علاج تجویز کیا یا جس پر عملدرآمد ہوا وہ بعینہ نقل کروں۔ پھر وہ تجویز و مشورہ بتاؤں جو اس وقت امام جماعت احمدیہ نے خلوص سے مسلمانوں کو دیا۔ اور پھر سوال کروں کہ آخر کس کی رائے صحیح ثابت ہوئی۔

ہجرت کے طوفان بے تمیزی میں ہتیرا سمجھایا کہ یہ حرکت بابرکت نہیں۔ مگر اس وقت اندھا دھند کارروائی ہو رہی تھی عدم تعاون میں بتایا کہ تم جو مطلب حاصل کرنا چاہتے ہو۔ وہ تعاون سے زیادہ سہل طور پر حاصل ہو سکتا ہے۔ لوگ جوش میں تھے۔ اپنے سچے محسن کے مشورے کی قدر نہ کی۔ آخر نقصان اٹھایا۔ انہیں بتایا گیا کہ خلافت انسانی ہاتھوں سے نہیں قائم ہو گی۔ نہ مانے مگر آخر عملاً تسلیم کیا۔

ہندو مسلم کے اتحاد پر لاہور جا کر تقریر فرمائی۔ اور بتایا کہ ان شرائط پر حقیقی اور پائدار اتحاد قائم ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ وہ باتیں بہت کم سنی گئیں۔ اور آخر نمائشی اور عارضی اتحاد کی ہنڈیا نفاق و شقاق کے چوراہے میں پھوٹی۔

ترکوں کے مستقبل پر ایک رسالہ شائع کیا۔ اور بتایا کہ کن شرطوں پر صلح ہونی چاہیئے۔ اور کیونکر گورنمنٹ برطانیہ سے ہم آشتی کے تعلقات رکھتے ہوئے بھی یہ مطلب حاصل کر سکتے ہیں۔ گو یہ آواز ہندوستان میں نہ سننے دی گئی۔ لیکن بڑے بڑے سیاسی مدبرین نے آخر وہی کیا جو ہمارے امام نے فرمایا۔

مسلم لیگ کا اجلاس ہوا۔ آپ نے ایک سکیم پیش کی کہ اس طرح پر مسلمانوں کے تمام فرقے اور ہر خیال کے افراد اسمیں شامل ہو سکتے ہیں۔ اس سکیم پر چلنے کی آمادگی ادا‌ً ظاہر نہیں کی گئی۔ لیکن آخر حالات مجبور کر رہے ہیں۔ اور مجبوراً اسی طرف آ رہے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ مسلم کی ایک مذہبی تعریف ہے ایک سیاسی۔ سیاسی تعریف کے لحاظ سے تمام فرقے جمع ہو سکتے ہیں۔ اور انمیں اتحاد عمل قائم کیا جا سکتا ہے۔ یہ مت کہو کہ ایک دوسرے کو کافر ماننا یا جاننا چھوڑ دو۔ کہ کسی کے عقائد پر جبر و اکراہ جائز نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمام وہ لوگ اکٹھے ہو جائیں جنہیں غیر مذاہب والے مسلمان کہتے اور سمجھتے ہیں۔

یہ تعریف بدرجہ کمال پسند کی گئی۔ اور آخر اسی کے ذریعہ مختلف فرقے ایک سٹیج پر آئے اور آپکے حضور ولایت سے آتے ہوئے مسٹر گاندھی سے بھی ملے۔ اور ان سے بھی اس معاملہ پر گفتگو کی۔ کہ کانگرس میں تمام فرقوں اور ہر قسم کے سیاسی خیالات والوں کو حصہ دینا چاہیئے۔ مسٹر گاندھی جی نے کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ کہ یہ لوگ ایسا کریں۔ اب احرار کا مزاج اعتدال پر آ رہا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ انہیں وہی کرنا پڑیگا۔ جو ان سے کہا گیا۔ ورنہ کبھی کامیابی کی راہ نہ دیکھیں گے۔

یہ تو ہوئی آراء کی درستی اور صحت کا حال۔ باقی عمل میں برکت جو مؤید و منصور من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

ملکانہ کی شدھی کے زمانہ میں کونسی جماعت تھی۔ جس کے کارنامے اب تک زبان زد خلائق ہیں۔ ہندوستان کا کوئی ہی اخبار ہوگا۔ خواہ وہ کس قدر مخالفانہ خیال رکھتا ہو۔ جس نے ان خدمات عالیہ کا اقرار نہ کیا ہو۔ بہر حال یہی ہے کہ واقعہ کو لو وہ

کون ہے جس کی ایک ہی تحریر شائع ہونے پر تمام ہندوستان کی اسلامی دنیا بیدار ہو گئی۔ گورنمنٹ کی مشینری حرکت میں آئی۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکبازی پر دریدہ دہنی سے حملے کرنے والے کیفر کردار کو پہونچے۔

تنظیم کی تحریک جو سوئی پڑی تھی بیدار ہوئی۔ اور اب مسلمانوں میں ایک برقی لہر دوڑ گئی ہے۔ اور وہ ہر مقام پر مصروف عمل ہیں۔

مسلم آؤٹ لک کے مقدمے میں ۲۲ر جولائی کے دن جلسے کرنے کی تحریک سب سے اول جبکہ کسی کو خواب و خیال نہ تھا۔ کس نے کی۔ کیا ریکارڈ پر ایسا کوئی حوالہ لایا جاسکتا ہے۔ کہ سوائے امام قادیان کے اور کسی کو یہ بات سوجھی۔ پھر باتیں سوجھنے کو تو اوروں کو بھی سوجھ سکتی ہیں۔ بات تو جب ہے کہ جو کہا جائے وہ پورا ہو اور اس شان سے پورا ہو۔ ہندوستان کا کونسا مشہور مقام ہے۔ جہاں جلسہ نہ ہوا اور اگرچہ بعض خلافت کمیٹیوں نے بعض شہروں میں اسے اپنی طرف منسوب کرکے ایک عارضی اور ظاہری مسرت حاصل کرنی چاہی لیکن جاننے والے خوب جانتے ہیں۔ کہ وہاں کونسی روح کام کر رہی تھی۔ بعض مقامات کی رپورٹ پڑھکر مجھے شرم سے پسینہ آ آجاتا تھا۔ کہ لکھنے والے نے جو لکھا ہے۔ جب یہ چھپکر اس شہر کے لوگوں کے سامنے جائیگا۔ تو اپنے اہل شہر کے سامنے آنکھیں کس طرح اونچی کر سکیگا۔ اسقدر صریح غلط بیانی۔ کہ جلسہ کا محرک جلسہ کی روح رواں تو حضرت ہو اور کامیابی اپنی طرف منسوب کرلی گئی ہو۔ واللہ لکھنؤ کے اس روایتی لیمو نچوڑ کو بھی مات کردیا۔ مگر ہمیں اس کا کوئی شکوہ نہیں ہمطلب کام سے ہے۔ نہ کہ نام سے مسلمانوں کے جتنے کام ہیں۔ ان میں خود مطلبی اور خود غرضی اور نام و نمود کی خواہش نے ہی بہت سی رخنہ اندازی کی ہے۔ اچھا یہ تو ہندوستان تھا۔ میں دریافت کرونگا کہ ولایت میں پارلیمنٹ میں سوالات تک ہو جانا جہاں ہندوستان کا ذکر ہی سوائے بجٹ کے بمشکل آتا ہے۔ پھر محضر نامہ کی تیاری اور اخبارات میں بکثرت مضامین نکلنا یہ کس کا کام ہے۔ مانتا ہوں کہ بڑے بڑے اہل ثروت۔ ذی شان اور بارسوخ مسلمان اور مسلمانوں کے نمائندے موجود ہیں مگر آہ اس فرقۂ زہادسے اٹھا نہ کوئی کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے میں اسوقت خودستائی نہیں کر رہا۔ اور نہ کسی پر طعن و تشنیع مقصود نہیں۔ بلکہ نہایت اخلاص کے ساتھ اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ خدارا ہمارے مسلمان بھائی تمام کلمہ گو افراد یہ سوچیں اور دیکھیں کہ موجودہ مشکلات میں کس کی رائے صحیح کس کا مشورہ درست نکلتا ہے اور وہ کون ہے جس کے پیچھے چلکر منزل مقصود تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ اے کاش لوگ ضد و تعصب سے کام نہ لیں۔ اور وہ اپنے حقیقی خیر خواہ کو ہی خواہ کو پہچانیں۔ اے کاش میرے بھائی ہندوں پر ...

# بنئے کے ہاتھوں مسلم خاندان کی تباہی

(از مولوی اللہ دتا صاحب مولوی فاضل جالندھری)

شام ہونے کو آئی۔ کاروباری آدمی اپنے کاروبار سے فارغ ہوکر گھروں کو جارہے ہیں۔ بازار میں کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی دھن میں جا رہا ہے۔ کہ ہماری نظر ایک شصت سالہ سفید ریش بوڑھے پر پڑی۔ جو اپنے انداز زمیندارانہ سے سامنے کے عالیشان محل کیطرف جارہا ہے۔ بوڑھے کے چہرہ پر گھبراہٹ اور بے چینی کے آثار نمایاں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس صاحب قصر کے پاس جاکر کوئی عرض معروض کرنا چاہتا ہے۔ دروازہ پر پہنچکر دستک دیتا ہے جس پر ایک سیاہ فام دھوتی پوش بوڑھا نمودار ہوتا ہے۔ اور سامنے آتے ہی کہتا ہے "کیوں چوہدری صاحب ہمارا ایک ہزار روپیہ لائے" ایک ہزار کا نام سنتے ہی بوڑھے کا رنگ فق ہو جاتا ہے۔ اس کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں۔ حیرانگی سے پوچھتا ہے۔ لالہ جی ہزار کیسا؟ میں نے تو آپ سے تین سو روپیہ لیا تھا۔ اور اسمیں سے بھی ایک سو ادا کرچکا ہوں۔ یہ سنتے ہی لالہ جی کا پارہ غضب انتہائی ڈگری پر پہنچ جاتا ہے۔ وہ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور سخت سست اور دغا باز بتلاتے ہوئے حد سے تجاوز کر جاتے ہیں "چوہدری صاحب" جو شکل و صورت۔ رنگ و قد۔ طاقت و قوت میں بنئے سے کئی درجہ بڑھکر ہیں۔ اس کے سامنے ایسے بکرے کھڑے ہیں جیسے بلی کے سامنے چوہا۔ پیچ ہے احتیاج بری بلا ہے۔ گالیاں سنتے ہیں۔ اور خاموش ہیں۔ غصہ آتا ہے اور اس کو دبائے ہوئے ہیں۔ آخر لالہ جی تھک کر کواڑ بند کرلیتے ہیں۔ لیکن اس سے پیشتر یہ روح فرسا پیغام اس بوڑھے کے کان تک پہنچا دیتے ہیں "سالے ایسے ہی غدار ہوا کرتے ہیں۔ اب میں نالش کے ذریعہ تمہیں ٹھیک کرونگا" لالہ جی تو یہ کہکر اندر چلے گئے۔ مگر بوڑھے کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ بیچارہ انتہائی مایوسی کے عالم میں آسمان کیطرف تک رہا ہے۔ "نالش" کے لفظ نے اس کے مستقبل کو تاریک کردیا ہے۔ وہ ایسا سہما کھڑا ہے کہ گویا دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسکو مٹا دینے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ اپنی بے بسی اور بیکسی کے تصور نے اسکی آنکھوں کو پہلے ہی اشکبار کر رکھا تھا۔ کہ اس سانحہ نے اور بھی اس کے دلپر چرکا لگا دیا۔ ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور ایک آنِ واحد میں اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک اپنی حالت زار پر ماتم کرنے کے بعد بیچارہ ناچار اسے ناکام اپنے گھر کا رستہ لینا پڑا۔ چلتے چلتے جونہی بنئے کی بڑ گرجدار آواز صدائے بازگشت کے رنگ میں اسے سنائی دیتی ہے۔ اسکا کلیجہ منہ کو آ آجاتا ہے اور اس کے دل پر بجلیاں گرنے لگتی ہیں۔

(۲)

ابھی دوسرے دن کی شام نہیں ہوتی کہ ایک سرکاری پیادہ ہاتھ میں کاغذ لئے چوہدری صاحب کا نام پوچھتے ہوئے گاؤں میں آجاتا ہے اور چوہدری صاحب کے دروازہ پر ڈیرا ڈالدیتا ہے ایک بچہ دوڑا دوڑا کھیت میں انکے پاس جاتا ہے۔ اور کہتا ہے "اباجی! جلدی چلئے منشی ہمارا منی آرڈر آیا ہے" بوڑھے کو خوب معلوم تھا۔ کہ یہ تو دکھی آفت جان ہے منی آرڈر کیا؟ گھر میں آتے ہی سپاہی وارنٹ دکھلاتا ہے۔ آپ کے ہوش خطا ہو جاتے ہیں "قہر درویش برجان درویش" اپنے آپکو سپرد کردیتے ہیں۔ ننھے ننھے لڑکے لڑکیوں کی آہ و فغاں سے دل دہل جاتا ہے۔ چھوٹا بچہ اباجان کے پاؤں سے لپٹ جاتا ہے۔ اور رقت آمیز لہجہ میں کہتا ہے "آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ کے ہاتھ کیوں بند ہے ہوئے ہیں" باپ کے اشارہ پر بڑا بھائی اسکو علیحدہ کرتا ہے۔ اور سپاہی بڑے میاں کو لیکر چلدیتا ہے۔ گاؤں کی گلیاں جن کے چپہ چپہ پر چوہدری صاحب کی خودداری کا سکہ بیٹھ چکا تھا آپکی تکلیف میں اضافہ کر رہی تھیں۔ آپکے حاسد اس حالت زبوں پر قہقہے لگا رہے تھے۔ اور آپ بحر ندامت میں غرق ہو رہے تھے۔ مگر خود کردہ را علاج نیست۔ مقدمہ پیش ہوتا ہے۔ جج بنئے کی بہی کی بنا پر اصل و سود کو ملا کر ایک ہزار کی ڈگری کر دیتا ہے۔ ایک سو کی ادائیگی کی کوئی تحریر نہیں۔ اس لئے وہ بیان قابل پذیرائی نہیں ہوتا۔ فیصلہ سنتے ہی بوڑھے کو غش آجاتا ہے۔ اور دھم سے زمین پر گر پڑتا ہے۔

(۳)

چند منٹ کے بعد بوڑھے کو ہوش آتی ہے۔ وہ اپنے آپکو بے یار و مددگار پاکر ہاتھ جوڑتا ہے۔ اور جج سے رحم کی درخواست کرتا ہے۔ جج نہایت کرخت آواز میں بوڑھے سے کہتا ہے "چلے جاؤ میں تمہارے وجود کو بھارت ورش کیلئے بہت منحوس سمجھتا ہوں۔ قید خانہ تمہارے اسلامی نشہ کا علاج ہے" یہ سنکر بوڑھے کے پاؤں کی زمین نکل گئی اور پھر وہیں بے ہوش ہوکر ایسا گرا۔ کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ بوڑھے کے وارث آئے اور اسکی لاش کو لیکر دفن کیا۔ ابھی یہ کاری زخم مندمل ہونے نہ پایا تھا۔ اور بیوہ یتیموں کی فلک رسا آہیں بند نہ ہوئی تھیں۔ کہ لالہ جی مع سپاہیوں کے جائداد کی قرقی کے لئے آموجود ہوئے لاکھ کہا گیا کہ ان غریبوں پر رحم کریں۔ مگر وہ سنگدل بنیا غصہ سے بولا ہمارا روپیہ کوئی مفت کا آیا ہوا ہے۔ مکانوں کی چیز کوڑی کوڑی کے مول نیلام کیگئی۔ اور تمام اثاثہ البیت نیلام کرکے بھی ہزار کی رقم پوری نہ ہوئی۔ ۹۰۰ سو روپیہ لیکر بنیا فوت شدہ بوڑھے کو گالیاں دیتا ہوا ایک چلا گیا۔ اور وہ خاندان بالکل بے خانماں ہو گیا۔ ان لاوارث بچوں پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ اور وہ بھیک مانگ کر گزارہ کرنے لگے ایسی حالت میں تحریک شدھی کے علمبرداران ستم رسیدہ بچوں کے ایمان پر حملہ ہوتے ہیں۔ مگر عورت کی مومنانہ غیرت ان کی کوشش کو خاک میں ملادیتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حرم کعبہ کا ایک نظّارہ

(از جناب خان ذوالفقار علیخان صاحب گوہر۔ ناظر اعلیٰ جماعت احمدیہ)

وہ کعبہ جسے کہتے ہیں گھر خدا کا
جو منبع تھا انوار و علم و ہدے کا
جو مکتب تھا ایمان و صدق و وفا کا
بنا تھا وہ مسکن بتوں کی رضا کا
بتوں کی شب و روز ہوتی تھی سیوا
خدا کا نہ تھا کوئی بھی نام لیوا

کوئی لات و عزیٰ کا بندہ بنا تھا
منات و ہبل کا کوئی لاڈلا تھا
یغوث اور ود پر کوئی مبتلا تھا
جدا ہر گھرانے کا ایک دیوتا تھا
بتوں کی حکومت تھی ارض صفا میں
بنارس کا منظر تھا ام القریٰ میں

سمجھتے تھے وہ دین برحق یہی ہے
بتوں کی پرستش نہ کرنا بدی ہے
یہی مایۂ راحت زندگی ہے
خلاف اسکے جو کچھ ہے وہ کجروی ہے
یہی دین آباؤ اجداد کا ہے
براھیم اور اسکی اولاد کا ہے

یکایک لیا رحمت حق نے پلٹا
کہ خورشید پھر ابر ظلمت سے نکلا
نبوت کا نور۔ آل ہاشم میں چمکا
عرب میں کیا جسنے ایک حشر بپا
اٹھا لشکر کفر تیار ہو کر
چمکنے لگے نیزہ و تیر و خنجر

مظالم برسنے لگے ابر آسا
ہوا بھائی کے خون کا بھائی پیاسا
رہا دوست کوئی نہ کوئی شناسا
کہاں کی تسلی کہاں کا دلاسا
کہا جس کسی نے احد آفت آئی
لگی ہونے اس پر ستم کی چڑھائی

ربیعہ کے بیٹے عتیبہ و عتبہ
ولید ابن عتبہ۔ ابوجہل و عقبہ
وہ عاص ابن وائل۔ ولید مغیرہ
یہ تھے سرگروہ شیاطین مکہ
بہم مشورہ کرکے بہر شرارت
حرم میں تھے بیٹھے یہ ابنائے لعنت

جب آیا حرم میں وہ نور مجسم
بنی نوع انساں میں تھا جو مکرم
معزز ہوئی جس سے اولاد ہاشم
محمدؐ۔ رسول خدا۔ فخر آدم
یہ شیطان گرے ٹوٹ کر اسپہ ایسے
کبوتر پہ بہری جھپٹتی ہے جیسے

گلوئے مبارک میں ڈالا عماما
گلا گھونٹ کر مارنا سب نے چاہا
ابوبکر نے دوڑ کر سب کو ڈانٹا
گلے سے عماما کا پھندا نکالا
کہا دشمنوں سے کہ اے بدنصیبو
تمہیں کچھ سمجھ ہے؟ یہ کیا کر رہے ہو

اسے قتل کرتے ہو جو کہہ رہا ہے؎
میرا رب ہے اللہ۔ میرا خدا ہے
خدا کا فرستادہ و پیشوا ہے
غرض صاحب بینات و ہدیٰ ہے
یہ سنکر وہ کافر گرے اسپہ یکدم
کیا نیم جاں مار کر اس کو پیہم

گرا ہو کے بیہوش فرش زمیں پر
خدا کا وہ محبوب صدیق اکبر
گئے چھوڑ کفار مردہ سمجھکر
مگر بال ڈاڑھی کے نوچے سراسر
یہ ظلم و ستم اپنی جاں پر اٹھایا
مگر اپنے آقا کو اس سے بچایا

؎ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم (مومن ع ۳)

---

## نظم

(از جناب حافظ سید محمد مختار احمد مختار شاہجہانپوری)

جلوہ دکھا دیا ہے جناب مثیل کا
کس منہ سے شکر ادا ہو خدائے جلیل کا

سنکر پیام سروش و ندائے حق
کچھ تو خیال چاہیئے یوم ثقیل کا

کیوں منقبض ہے مژدہ جاء المسیح سے
کفران کیوں ہے نعمت رب جلیل کا

وہ ہیں اگر کثیر تو ہوں مطمئن ہوں میں
حامی قوی ہے اپنے گروہ قلیل کا

انکو جلائے آتش نمرود یاں محال
پروا نہ ہو تو شیخ ثنائے ذلیل کا

فرعونیوں کے ظلم و ستم سے ہو کیا ہراس
احوال آئینہ ہے خداوند نیل کا

راہ وفا میں جس نے نہ جھیلی ہوں سختیاں
وہ مستحق نہیں کسی اجر جزیل کا

کرنا جو ہے بس آپ اسے کر دکھائیے
اے مہربان وقت نہیں قال و قیل کا

مختار انتظار ہوں وہ صدمے کہ الامان
دے حوصلہ خدا مجھے صبر جمیل کا

# کفار کی دوستی اور امداد

(از محترمہ عزیزہ رضیہ صاحبہ اہلیہ مرزا گل محمد صاحب قادیان)

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّآ أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً - (۳-۲۷)

مومنوں کو چاہیئے کہ اپنے بھائی مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنائیں اور وہ جو ایسا کریگا اس کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی حصہ مدد اور انعام کا نہ ہوگا۔ مگر اس حد تک کا تعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں کہ جو ان کے فتنوں سے بچنے کے لئے ضروری ہو +

اے معزز مسلمانو اور مسلمات۔ میں اس آیہ کریمہ کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتی ہوں جسے مدت مدید سے اہل اسلام بھلا چکے اور لَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ کے مصداق ہو رہے تھے۔ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی کے معنے محب۔ صدیق۔ اور نصیر کے ہیں۔ گویا مسلمانو کو خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ کہ کافروں اور بت پرستوں کو مومنوں کو چھوڑ کر دوست نہ بناؤ۔ اور اپنے بھائیوں یعنی مومنوں کے خلاف ان کی مدد نہ کرو۔ مگر افسوس مسلمانوں نے وہ کیا جس کا نتیجہ اب ان کو مل رہا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے کلام کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اندھا دھند کافروں۔ بت پرستوں یعنی ہندوؤں کی دوستی کا دم بھرنے لگے ان کے رسم و رواج کو محبوب بنا لیا۔ ان پر عامل ہو گئے اور اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں سے جنکو خدا کی راہ میں اور اس کے دین کی اشاعت میں صرف کرنا چاہیئے تھا۔ ہندوؤں کو تقویت پہنچائی۔ ہمارے مالوں سے ان کے بت خانے اور شوالے تعمیر ہوئے۔ اسی روپے کے ذریعہ سے وہ تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ اسی روپیہ سے اسلام کے خلاف شدھی کا جال پھیلایا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ وہ مسلمانوں سے دنیا غصب کر کے اب ان کے دین کے درپے ہو رہے ہیں۔ اور ہر قسم کا حربہ اسلام کے مٹانے میں استعمال کر رہے ہیں۔ انھوں نے کچھ کمزور لوگوں پر قابو بھی پا لیا ہے اور دریدہ دہنوں نے اپنے خطرناک حربہ سے عزت اسلام پر حملہ کیا۔ اور مسلمانوں کی غیرت کا امتحان کرنا چاہا۔ انہوں نے بانیٔ اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ روحی و ابی و امی) کی ذات والا صفات کی ہتک کرنیکی کوشش کی جس سے مسلمانوں کی غیرت جوش میں آئی۔ اور وہ اپنے آقا و ہادی کی بے حرمتی برداشت نہ کر سکے۔ لیکن کیا صرف جوش کوئی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ جب تک اسے مفید اور نتیجہ خیز طریق سے استعمال نہ کیا جائے۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اس غیرت اور جوش کو اسلام کی طاقت بڑھانے میں صرف کریں۔ اور ولا تصنع المعروف فی غیر اھلہ کی دانشمندانہ مثل کے ماتحت ان لوگوں کا ساتھ نہ دیں۔ جو مار آستین بنکر ہمیں ڈس رہے ہیں۔ بلکہ اپنے غریب مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔ اور ان کو اپنے سرمایہ سے تجارتی کام میں لگائیں۔ تاکہ ہمارا روپیہ بھی ہمارے پاس رہے اور ہمارے کمزور بھائی بھی طاقت پا کر ہمارے قوت بازو بنیں۔ ہمیں یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ ہم غریب ہیں۔ اور دولت و حکومت نہیں رکھتے۔ اس لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر انسان خود کچھ کام نہ کرے۔ تو دولت بھی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ ہمیشہ دولت و حکومت نہیں کام آیا کرتی۔ بلکہ وہ نفوس ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ جو اپنے آپ کو خدا کی راہ میں کام کرنے کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ اور سچی تڑپ اور دلی جوش و استقلال سے اپنی قوم کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے قرون اولیٰ کے بزرگان اسلامی کی بے نظیر مثالیں موجود ہیں۔ بوقت آغاز اسلام ہمارے آقا و ہادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کونسی دولت اور کونسی حکومت تھی جس کی مدد سے آپ تمام دنیا کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مٹھی بھر صحابہ نے باوجود غربت اور بے سروسامانی کے وہ کام کئے جو شہنشاہ نہ کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اور ایسا ہی اس زمانہ کے ہادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظیر آپ کے سامنے ہے کیا جماعت احمدیہ کی ترقی دولت سے ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ محض خدا تعالیٰ کی مدد سے۔ اور حضرت مسیح زمان کے سچے استقلال سے۔ اور اب بھی جو ترقی ہو رہی ہے۔ وہ روپیہ سے نہیں ہو رہی۔ کیونکہ ہماری جماعت مقابلتہً بہت غریب جماعت ہے۔ مگر یہ ایسے نفوس پر مشتمل ہے جو اپنے اندر حقیقی جوش و استقلال رکھتے ہیں اور جنہوں نے محض دین کی خاطر کام کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے + سو اے مسلمان بھائیو۔ اپنے ہادی کی عزت کی خاطر اپنی قوم کی مدد کرو۔ ایثار کرو۔ قربانیاں کرو۔ خدا کی راہ میں کام کرو۔ خواہ کیسی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ ہمت نہ ہارو۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس جہاد میں آپ کو ایسا مال غنیمت ملے گا۔ جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا۔ ہمارا خدا وہی خدا ہے اور ہم بھی نبی کریم صلعم کی امت ہیں۔ پس وہی ایمان وہی اعمال پیدا کر کے حقیقی امت محمدیہ کہلانے کے مستحق ہو۔

اس سلسلہ میں مسلمان خواتین سے بھی میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ اور وہ یہ کہ بہت کچھ حصہ خدمت اسلام کا آپ کے ذمہ ہے اور کم از کم نصف ترقی آپ کی ہمت پر منحصر ہے سب سے پہلے آپ کا فرض ہے کہ بچوں کی ایسی تربیت کریں۔ جو غیرت و حمیت اسلام کی حقیقی تڑپ لے کر پروان چڑھیں اور قوم کے لئے باعث فخر ہوں۔ آپ ان کو ہندوؤں کی دکانوں سے سودا خریدنے سے روکیں۔ اور خود ہر ممکن ذریعہ سے مسلمان دکاندار سے سودا خریدنے کا طریق اختیار کریں۔ یہ کام زیادہ تر آپ کا ہے۔ کیونکہ عورتیں گھر کی منتظم ہوتی ہیں اور زیادہ تر خرید و فروخت کا معاملہ انہیں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ عورتوں کی ضروریات بھی ایسی ہیں جن کی کثرت سے ہندو ہی تجارت کرتے ہیں۔ مثلاً کپڑا اور زیور وغیرہ۔ اگر مسلمان دوکاندار سے اعلیٰ درجہ کا اور سستا کپڑا نہیں مل سکتا۔ تو معمولی اور مہنگا ہی خرید لینا چاہیئے۔ اور اگر مسلمان سُنار سے اعلیٰ درجہ کے اور خوبصورت زیورات نہیں ملتے تو معمولی زیور ہی پہن لیں۔ یا بالکل نہ پہنیں۔ اور اسی روپیہ سے کسی غریب مسلم بھائی کی دکان کھلوا دیں تاکہ آپ ثواب دارین کی مستحق ہوں +

ایسے زیورات اور اعلیٰ درجہ کے کپڑوں پہ آپ کیسے فخر کر سکتی ہیں۔ جن کے نفع کے ذریعہ ہمارے آقا و ہادی نبی کریم صلعم کی ہتک کی جائے پس آپ کے خاوند۔ آپکے بھائی۔ آپ کے بچے۔ اور آپ کے خادم اگر سودا خریدنے جائیں تو مسلمان دوکاندار سے خریدنے کی تاکید کریں۔ دیہات میں تمام خرید و فروخت عموماً عورتیں ہی کرتی ہیں۔ اور بدقسمتی سے وہ زیادہ تر ہندو سے سودا خریدتی ہیں۔ مسلمان گھروں میں گھی۔ سبزی۔ دالیں وغیرہ فروخت کرنے آتی ہیں اور پھر اسی قیمت سے اپنی ضروریات کی چیزیں کپڑا وغیرہ ہندوؤں سے لے جاتی ہیں۔ مینے دیہاتی عورتوں میں کچھ تحریک شروع کی ہے۔ اور اگر سب بہنیں یہ سلسلہ شروع کر دیں تو بہت بڑے فائدہ کی امید ہو سکتی ہے +

پھر سب سے ضروری فرض عورتوں کا تبلیغ میں حصہ لینا ہے۔ مرد تو عموماً تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ مگر ضروری ہے کہ ہر ایک تعلیم یافتہ خاتون بھی تبلیغ کرنا اپنے اوپر ضروری فرض سمجھے۔ اور ہندو عورتوں سے راہ و رسم پیدا کر کے انہیں اسلام کی پاک تعلیم سے آگاہ کرے۔ ہندو دھرم نے ان پر جو ناجائز اور خلاف فطرت پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ ان سے نکلنے کا طریق بتائے۔ اور اس طرح اشاعت اسلام کا وہ فرض ادا کریں [illegible]

# تحریک چھوت چھات کے متعلق ہمارا فرض

(از مولوی محمد یار صاحب مولوی فاضل)

اس میں تو اب اسلام کا درد اور محبت رکھنے والے کسی شخص کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اقتصادی ترقی بہت حد تک اس امر پر منحصر ہے۔ کہ وہ ہندوؤں سے تمام ان معاملات میں چھوت چھات کریں۔ جن میں وہ مسلمانوں سے کرتے ہیں۔ اور حتی الوسع دوسری تمام اشیاء بھی اپنے مسلمان بھائیوں سے خریدیں۔ جس طرح ہر ایک ہندو ہر چیز کے خریدنے سے پہلے یہ فیصلہ کر لیتا ہے۔ کہ اسے اپنی قوم کے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنا روپیہ ایک ہندو کے پاس ہی خرچ کرنا چاہیئے جبکہ ہندو قوم باوجود اس قدر مالدار ہونے کے کہ عام مسلمانوں کی جائدادیں بھی اس کے قبضہ میں ہیں۔ اس امر کا پورا احساس رکھتی ہے۔ کہ وہ روپیہ جس کا بیشتر حصہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے ہی حاصل کیا ہوتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو ان سے کچھ خرید کر نہیں دینا چاہیئے۔ تو کیا اس قوم کا جس کا تمام سرمایہ ہندوؤں کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ یہ فرض نہیں ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کم از کم اتنی غیرت تو دکھائے۔ جتنی ہندو قوم دکھلا رہی ہے۔

یہ نہایت ہی خوشی کی بات ہے۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کی اس نہایت ہی مفید اور ضروری تجویز کے متعلق مسلمانوں میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور اس پر عمل کر کے کثرت سے مسلمانوں کی دوکانیں کھلوائی جا رہی ہیں۔ مگر اتنا ہی کافی نہیں۔ اس کے بعد مسلمان دو حصوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک یہ دونوں حصے اپنے اپنے فرائض ادا نہ کریں۔ اس وقت تک چھوت چھات کی تحریک کا کامیاب ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ اول حصہ میں وہ مسلمان ہیں۔ جو دوکاندار یا دکلار وغیرہ نہیں ہیں۔ دوم وہ جو دوکاندار اور دکلار یا اور کوئی پبلک سے تعلق رکھنے والا پیشہ کرنے والے ہیں۔ اول گروہ کو اپنے اوپر یہ فرض کر لینا چاہیئے۔ کہ جس طرح اب جوش میں آکر اپنے بعض بھائیوں کو دوکانیں کھولنے کے لئے زور دے رہے ہیں۔ وہ اپنے اس اخلاص اور جوش کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھیں گے۔ اور نہ صرف خود تاجروں اور دیگر پیشہ وروں کی مدد کرینگے۔ بلکہ مسلمانوں کے اس طبقہ کو بھی سمجھانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ جو اپنے قومی فرائض سے غافل ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ آجکل ہر ایک عقلمند مسلمان یہ کوشش پہلے سے ہی کر رہا ہے لیکن میرا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ وہ استقلال سے اس تحریک کو جاری رکھیں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ جب کچھ غریب مسلمان اپنی وہ حقیر سی پونجی جو ان کے پاس ہے خرچ کر کے دوکانیں کھولیں۔ یا اور کوئی کام شروع کریں۔ تو دوسرے بھائی اپنے فرائض ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کریں۔ اس سے بجائے فائدہ ہونے کے الٹا نقصان بھی ہوگا۔ اور غیروں کی نظر میں ہم اور بھی ذلیل ہو جائیں گے۔ پس مسلمانوں کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے پیارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے سبق حاصل کرتے ہوئے جس جائز کام پر ہاتھ ڈالیں۔ اس کو پورے اخلاص اور استقلال سے نبھانے کی کوشش کریں۔ اس طرح مسلمانوں کی نہ صرف تمدنی اور اقتصادی حالت درست ہو جائے گی۔ بلکہ دشمنوں کی نظروں میں بھی مسلمان دن بدن معزز ہوتے چلے جائیں گے۔

مسلمانوں کے دوسرے حصہ میں پیشہ وروں اور تاجروں کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ ایسے طریق اختیار کریں۔ کہ پبلک کو کم قیمت پر عمدہ اشیاء مہیا ہو سکیں۔ عام طور پر مسلمان دوکانداروں کی یہ شکایت سُنی جاتی ہے۔ کہ اول تو ان کے ہاں عمدہ چیزیں دستیاب نہیں ہوتیں۔ اور پھر قیمت بھی زیادہ لگائی جاتی ہے۔ یا بعض چند پیسوں کے مالک ہو جانے کی وجہ سے اپنے گاہک سے اس محبت اور اخلاص کے ساتھ پیش نہیں آتے۔ جس سے کہ ایک کروڑ پتی ہندو پیش آتا ہے۔ میرے خیال میں اسکی وجہ زیادہ تر یہی ہے۔ کہ چونکہ مسلمانوں نے تجارت جیسے عمدہ پیشہ کو مدتوں سے چھوڑ رکھا ہے۔ اس لئے اس کو ترقی دینے کے صحیح ذرائع بھی ان سے مفقود ہو گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ تجارتی اشیاء گراں فروخت کر کے بھی ان کو اتنا فائدہ نہیں ہوتا۔ جتنا ہندو لوگ ارزاں فروخت کر کے حاصل کر رہے ہیں۔

بے شک مسلمان دوکانداروں کے لئے اب ہندوؤں کا مقابلہ کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے حالات میں کہ ہندو بہت زیادہ مالدار ہونیکی وجہ سے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اور ان کی تجارت کو گرانے کے لئے چیزوں کا نرخ اور بھی کم کر سکتے ہیں۔ تاہم مسلمان اگر اپنی قوم اور اپنے مفاد کو مد نظر رکھتے ہوئے پوری پوری کوشش کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ ان کی ترقی کے سامان ضرور مہیا فرما دیگا ؛

اسی طرح وکلاء کو مثلاً یہ مد نظر رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ ہر ایک بھائی کا کام نہایت ہمدردی اور اخلاص و محبت سے کریں۔ اور بعض غریب مسلمانوں سے بہت ہی کم معاوضہ لیکر ان کے مقدمات کی پیروی کریں۔ ممکن ہے۔ بعض دفعہ قلیل رقم ان کے پیشہ پر بُرا اثر ڈالنے والی ہو۔ لیکن جب ان کی نیت یہ ہو گی۔ کہ ہم غریب مسلمانوں کی مدد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ثواب کے اور اپنے بھائیوں کی طرف سے شکریہ کے ضرور مستحق ہوں گے۔ علاوہ ازیں مسلمان بھی ان کو اپنا ہمدرد یقین کر کے اپنے مقدمات ان کے پاس ہی لائیں گے۔ جس سے ان کی بہت زیادہ ترقی ہو سکتی ہے۔

پس موجودہ تحریک کا کامیاب ہونا زیادہ تر ہمارے تاجروں اور پیشہ وروں۔ اور دکلاء کی محنت اور دیانتداری پر منحصر ہے۔ ان کو چاہیئے۔ کہ وہ محنت اور کوشش کر کے بلکہ قوم کے لئے قربانی کر کے اپنے بھائیوں کو ہر ایک قسم کی سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔ تا مسلمان نہ صرف قومی مفاد کی وجہ سے ان کے ساتھ تعاون کریں۔ بلکہ ذاتی فوائد بھی ان کو اپنے بھائیوں کی مدد پر مجبور کریں۔

آخر میں ہر ایک اسلام کا درد رکھنے والے بھائی کی خدمت میں درخواست ہے۔ کہ ان باتوں میں سے اس کو جو بھی پسند آئے۔ اس پر نہ صرف خود عمل کرے۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں میں بھی تحریک کرے۔ تا اللہ تعالیٰ ان مصائب کو جو اسلام پر ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے آرہے ہیں۔ دُور فرما کر اسلام کو ترقی دے۔

## مسلمانوں سے ہندوؤں کی نفرت کا نمونہ

چند دن کا واقعہ ہے۔ کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سکول واقعہ چوہٹہ دستی بھگت میں ایک مسلمان لڑکا چنے فروخت کر رہا تھا۔ سکول کے نزدیک ہندوؤں کے مکانات بھی ہیں۔ مسلمان بچوں کی دیکھا دیکھی ایک ہندو لڑکے نے بھی چنے خریدے۔ اور کھانے شروع کر دئے۔ لیکن جب اس امر کی اطلاع اس کی ماں کو ملی۔ تو اس نے لڑکے کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ اس کے منہ میں راکھ ڈال کر اس کے حلق اور منہ کو انگلی سے خوب صاف کیا۔ تا کہ مسلمانوں کے چنوں کا کوئی اثر باقی نہ رہ جائے۔

کیا مسلمان مرد اور عورتیں بچوں کے متعلق نہیں۔ بلکہ اپنے متعلق کہہ سکتی ہیں۔ کہ وہ ہندوؤں کی اشیاء سے اسی طرح پرہیز کرتی ہیں۔ اگر پہلے نہیں۔ تو اب ضرورت ہے۔ کہ اس بات پر پختگی سے عمل کیا جائے۔

# رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق غیر مسلم اہل قلم کی آراء میں سے کچھ

آریہ اپنی کور باطنی اور بے بصری کیوجہ سے جس انسان کے خلاف بدزبانی اور بیہودہ سرائی کرنا اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ اس کے متعلق کثیر التعداد غیر مسلم اہل علم و اہل قلم اصحاب نے اپنی اپنی تحقیق اور تدقیق کے نتیجہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں سے ایک قطرہ قلیل پیش کیا جاتا ہے۔ آریہ صاحبان بنظر تعمق پڑھیں۔ اور اگران میں کچھ بھی حق پسندی اور انصاف جوئی کا مادہ موجود ہے تو غور کریں۔ کہ بانیٔ اسلام کے خلاف ان کے ناپاک اعتراضات کے جواب آپ کے غلاموں کیطرف سے نہیں۔ بلکہ دیگر مذاہب کے معزز اصحاب کیطرف سے دئے جاچکے ہیں۔ اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت۔ پاکبازی۔ اور تقویٰ شعاری کا بے نظیر ثبوت ہے۔ مگر انہیں کے لئے جن کی آنکھیں ہیں۔ جن کے کان ہیں اور جن کے دل ہیں۔ نہ ان کیلئے جن کے رشی منی تمام مذاہب کے بانیوں کے خلاف بدزبانی کرنے کو اپنا سب سے بڑا کارنامہ سمجھا۔ جنہوں نے گالیوں کی فضا میں پرورش پائی۔ اور جو گالیوں کو اپنی زندگی کے قیام کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

(۱) آنحضرت کی سیرت و صورت انہیں لوگوں کو بری معلوم ہوتی ہے۔ جن کو ازل سے مردود ہونے کا تمغہ مل چکا ہے۔ ہر ایک بانی مذہب کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ کی حدیثیں امر حق کی جامع نصیحتیں ہیں۔ اور ان کے افعال نیکی کے نمونے محمد مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ (مورخ ایڈورڈ گبن تاریخ زوال روم جلد ۵۔ باب ۵۰)

(۲) جب ہم اس زمانہ کا خیال کرتے ہیں جس میں پیغمبر اسلام نے اپنی نبوت و رسالت کا علم بلند کیا۔ اور جس میں ایک ایسا کامل مجموعہ قوانین طیار کیا گیا۔ جو دنیا کی ملکی۔ مذہبی اور تمدنی ہدایت کیلئے کافی ہے۔ تو ہم حیران ہوتے ہیں۔ کہ ایک ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا۔ (موسیو ادبین فتوکل)

(۳) آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) نہایت تیز فہم۔ عقیل صائب الرائے اور عالی خاندان تھے۔ آپ کو ہر وقت خدا ہی کا تصور رہتا تھا۔ طلوع آفتاب میں بہتے ہوئے پانی میں اور اگتی ہوئی گھاس میں آپ کو خدا ہی کا ید قدرت نظر آتا تھا۔ پانی کے شور اور جانوروں کے چہچہانے میں حمد الٰہی کا نغمہ سنائی دیا کرتا تھا۔ ویران میدانوں اجڑے ہوئے شہروں اور ٹوٹے ہوئے کھنڈروں میں خدا کے قہر و جلال کے آثار اور اس کے سطوت و جبروت کے جلوے نظر آیا کرتے تھے۔

(ڈاکٹر اسپرنگر "سیرت محمدی")

(۴) نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان عظیم الشان مصلحین میں سے ہیں جنہوں نے اتحاد امم کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کے فخر کیلئے یہ بالکل کافی ہے کہ انہوں نے ایک وحشی قوم کو نور حق کی ہدایت کی۔ اسکو ایک امن و صلح پسند اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرنے والی قوم بنایا۔ اس کو خونریزی اور انسانی قربانی سے روکا۔ اور اس کے لئے ترقی و تہذیب کے راستے کھول دئے۔ اور پھر یہ کہ اتنا بڑا کام صرف ایک فرد واحد کی ذات سے ظہور پذیر ہوا۔

(کاؤنٹ ٹالسٹائے روسی فلاسفر)

(۵) بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھکر قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر انہیں خوش قسمتی سے یہ موقع حاصل ہوتا۔ کہ آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی فصیح زبان اور موثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سورت پڑھ رہے ہیں۔ جس کا دلوں پر برقی اثر ہوتا ہے۔ اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا ہے کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی نہ حاصل کرسکیں گے تو وہ اپنی معجزانہ قوت بیان سے اس کی توضیح فرما دیتے ہیں۔ تو یقیناً وہ لوگ بیساختہ سجدے میں گر پڑتے۔ اور سب سے پہلی آواز ان کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی! پیارے رسول خدا علیک الصلوٰۃ والسلام ہمارا ہاتھ پکڑ لیجئے۔ اور ہمیں اپنے پیرووں میں شامل ہونے کی عزت سے مشرف کرنے میں دریغ نہ فرمائیے۔ (فلاسفر جان جاک روسو)

(۶) حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) فقط صاحب علم ہی نہ تھے۔ بلکہ صاحب عمل بھی تھے۔ انہوں نے اپنے اعمال کے نمونے سے امت کو عمل کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ جیسی انسانیت و مروت مسلمانوں میں ہے۔ شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے۔ (رومن صاحب "تذکرۃ المسیح")

(۷) اس سیاہ و درخشں چشم۔ فراخ حوصلہ۔ کریم النفس معاشرت پسند اور درد بھرے دل والے بادیہ نشین (حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔ اس شخص کی عظمت میں متانت کی شان نظر آتی تھی۔ اور اس کا شمار ان لوگوں میں تھا۔ جن کا شعار سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہوتے ہیں۔

(طامس کارلائل "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ")

(۸) بانیٔ اسلام نے مذہب کا اصل الاصول خدا کی وحدانیت اور عظمت کو قرار دیا۔ رہبانیت اور خانہ نشینی کو موقوف کرکے بہادری اور جوانمردی قائم کی۔ غلاموں کیلئے ترقی کے راستے کھول دیئے۔ انسانوں میں باہمی اخوت قائم کی۔ اور فطرت انسانی کی ضروریات کو تسلیم کیا۔ جو صفتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ ان کو ادنےٰ درجہ کی اقوام بھی سمجھ سکتی ہیں۔ مثلاً اعتدال۔ صفائی۔ عفت۔ انصاف حلم۔ بہادری۔ احسان۔ مہمان نوازی۔ راستی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے اخلاق ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا۔ پرہیزگاری۔ خیرات۔ راستی۔ باہمی اخوت ان سب باتوں میں اہل اسلام نے ایک ایسی نظیر قائم کی ہے جس کی اگر ہم تقلید کریں۔ تو ہمارے لئے بہت اچھا ہو۔ اسلام نے شراب خوری قمار بازی اور زناکاری جیسی برائیوں کو جنہوں نے ملکوں کو بالکل ذلیل اور خوار کر رکھا ہے۔ یکقلم موقوف کر دیا۔ (پادری کینن آئزک ٹیلر)

(۹) عیسائی مذہب میں اخلاق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جو بانیٔ اسلام کی تعلیم میں نہ پایا جاتا ہو۔ جب ایک فیلسوف اور حکیم سب مذہبوں پر غور کرتا ہے تو وہ دین اسلام کی خوبی اور سادگی کو دیکھکر دل ہی دل میں پشیمان ہوتا ہے۔ کہ میرا مذہب ایسا کیوں نہ ہوا۔ مجھکو کوئی ایسا مذہب معلوم نہیں جو سخت خرافات اور پیچیدہ مسائل سے پر نہ ہو۔ مگر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مذہب بہت سادہ اور حکیمانہ ہے۔ اور اپنی اصلی پاکیزگی و روحانیت میں بہت کم مشکلات رکھتا ہے۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قانون کے رو سے ہر قسم کی قماربازی کی صاف ممانعت ہے۔ اس قانون کے مفید ہونے سے یقیناً کوئی منکر نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو انجیل سے نقل کیا ہے۔ لیکن میں نے اس برائی کی ممانعت کو نہ تو احکام عشرہ میں دیکھا ہے۔ نہ انجیلوں میں۔ (گاڈفری ہگینس)

(۱۰) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے عربی کی عام تعلیم سے تمام دنیا میں تہذیب و شائستگی پھیلانے کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جو دوسرے مذہبوں کو نصیب نہیں۔ تینوں مذہب عیسائیت یہودیت اور اسلام ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ اور ان کی جڑ ایک ہے۔ مجھے امید ہے کہ ایک دن ایسا آئیگا کہ جب عیسائی حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تکریم کرکے حضرت مسیح کو فخر کرنے کا موقع دینگے۔ عیسائیت اور اسلام کے اصول ایک ہیں۔ اور وہ پکا عیسائی ہے جو حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اور ان کے اصول کو تعظیم کی نظر سے دیکھے۔ (ڈاکٹر لائٹنر)

(۱۱) بانیٔ اسلام کا مذہب دوسرے مذہبوں سے بہتر اور افضل ہے۔ جو لوگ اسمیں عیب نکالتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اسلام ایک جامع الکمالات قانون ہے۔ جس [illegible]

طبعی۔اقتصادی اور اخلاقی قانون کہنا بالکل بجا اور درست ہے
زمانہ حال میں جتنے قوانین نوع انسانی کی فلاح کیلئے وضع کئے
گئے ہیں۔وہ سب اس مقدس مذہب میں پہلے سے مفصل موجود ہیں
اس قانون کو موسیو جول سیمون نے مذہب طبعی کا خطاب دیا ہے
انما المومنون اخوۃ کی معنی خیز آیت میں
اشتراکیت کا بنیادی اصول نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کیا
گیا ہے۔اگر اس دین کے افراد لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات
سے واقف کرتے۔اور قرآن کی تفسیر سے مسلمانوں کو آگاہی
بخشتے۔تو بلاشبہ آج مسلمانوں کی قوم دنیا بھر میں اعلیٰ درجہ
کی تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ قوم ہوتی۔اور سابقین میں اقوام
میں ان کو سب سے آگے نکل جانیکا شرف حاصل ہوتا۔
(موسیو لیون راس۔تھرڈ ایرنانی اسلام)

(۱۲) میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دنیا کے عظیم الشان
لوگوں میں شمار کرتا ہوں۔اور ان کی کما حقہ تعظیم و تکریم کرتا ہوں۔
(ڈاکٹر مٹ رگیلیوس)

(۱۳) کوئی چیز عیسائیوں کو اس ضلالت اور گمراہی کی
خندق سے جسمیں وہ گر پڑے تھے۔نہیں نکال سکتی تھی۔سوائے
اس آواز کے جو سرزمین غار حرا سے آئی۔اور جس نے ایسا
عملی پیرایہ اختیار کیا جس سے بہتر ناممکن تھا۔(پروفیسر بالیس)

(۱۴) بانی اسلام کی قوت اور طاقت کی بنا قرآن ہے۔قرآن
ہی پیروان ملت بیرونا کا قانون اساسی ہے۔وہی ان کا دستور
العمل ہے۔اور وہی ان کے حقوق کی دستاویز ہے۔اکثر اوقات
اس امر کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔کہ اسلام نہ صرف ایک مذہب
کی حیثیت رکھتا ہے۔بلکہ وہ ایک نظام تمدن ہے۔مذہب
پر حملہ کرنا اس تار پود کو بکھیر دینا ہے جسپر سوسائٹی کی بنیاد رکھی
گئی ہے۔اور اسی طرح اسلامی تمدن پر حملہ کرنا مذہب کو نقصان
پہنچانے کے برابر ہے۔(مسٹر۔ای۔ڈی۔مارل)

(۱۵) بانی مذہب اسلام کے دین میں یہ سب سے بڑی خصوصیت
ہے کہ وہ انسان کے عقائد پر چھا جاتا ہے۔اس کے دل اور جسم دونوں
پر قابض ہو جاتا ہے۔نیز حمیت۔غیرت۔اور جوش بھی پیروان اسلام
کا وصف خاص ہے۔(لیکچر آن اسلام بائی پروفیسر سیو مونٹیٹ پیرس)

(۱۶) کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک مذہبی شعلہ جو ایک
بیابان سے اٹھا تھا۔اور جس نے اس قدر حیرت انگیز قلیل مدت
میں ساری دنیا میں ہدایت کی آگ بھڑکا دی وہ ایسے دل سے
نکلا ہو جس میں اسکی کچھ بھی سرگرمی موجود نہ ہو۔(جہلر مورخ)

(۱۷) ہم بلاتامل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ شارع اسلام نے
انتہائی باطل کو جس کی تاریکی مدت سے دنیا پر چھا چکی تھی ہمیشہ
کیلئے کالعدم کر دیا۔(سر ولیم میور۔لائف آف محمد)

(۱۸) اسلام کی حیثیت ایک ملکی نظام کی ہے۔حضرت محمد
(صلے اللہ علیہ وسلم) ہی ایک ایسا بانی مذہب تھا جو بادشاہ
بھی تھا۔سپاہی بھی تھا اور اس سے بڑھ کر قضیہ کو دور کیا جائے۔وہ
اولوالعزمی کی جانب مائل تھا۔تلوار اس کے اختیار میں تھی۔
اس نے قومی معاملات میں حق رسانی اور نتیجہ میں رحم اور حکمرانی
میں اعتدال اور دوسرے مذاہب سے رواداری کے احکام
دیئے ہیں۔ہم کو یہ بات تسلیم کرنی چاہیئے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم)
تعظیم کا استحقاق رکھتا ہے۔اسلام نے کسی مذہب کے مسائل
میں دست اندازی نہیں کی۔کسی کو ایذا نہیں پہنچائی۔کوئی
مذہبی عدالت اپنے خلاف مذہب والوں کو سزا دینے کیلئے قائم
نہیں کی۔اور اسلام نے کبھی لوگوں کے مذہب کو جبراً تبدیل کرنے
کا قصد نہیں کیا۔عقائد دینی اور امور مذہبی میں مداخلت بیجا
کرنا سراسر خلاف شرع اور حرام مطلق سمجھا جاتا تھا۔(ایسٹ اینڈ ویسٹ)

(۱۹) حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے اصحاب میں اشاعت
دین کے ساتھ دلچسپی رکھنے کے علاوہ یہ وصف بھی پایا جاتا تھا۔
کہ وہ دوسرے اہل مذاہب کیساتھ رواداری اور حسن سلوک سے
پیش آتے تھے۔اہل اسلام کی مظفر و منصور فوجوں نے خواہ ملک
شام کو فتح کیا ہو۔یا افریقہ میں علم تسخیر بلند کیا ہو۔یا بحراحمر کو
عبور کر کے بحیرہ اسود میں قدم جمائے ہوں۔غرض وہ جہاں کہیں
بھی پہنچے۔قرآن کی تعلیم ان کے ساتھ ساتھ رہی جس کی
وجہ سے انہوں نے کسی جگہ جور و ظلم کا ارتکاب نہیں کیا۔اور
کسی قوم کو انہوں نے اس بنا پر تہ تیغ نہیں کیا کہ وہ اسلام قبول
کرنے سے انکار کرتی تھی۔(روبن سن صاحب)

(۲۰) ایک اہم واقعہ اسلام کو دنیا کے دوسرے مذاہب سے ممتاز
کرتا ہے۔اسلام کے برگزیدہ اور جلیل القدر پیشوا کے حالات زندگی
میں ابہام یا اسرار کا کوئی ایسا عنصر ملا ہوا نہیں پایا جاتا۔جو دوسرے
بڑے ہادیان مذاہب کی شخصیت کے گرد حلقہ زن نظر آتا ہے حضور
کی زندگی کا زمانہ وہ ہے جسے تاریخی زمانہ کہا جاتا ہے۔ساتویں
صدی عیسوی میں یہ جلیل القدر انسان منصہ شہود پر جلوہ گر
ہوا۔اور روئے زمین کے اس خطہ میں اس نے اپنی زندگی بسر
کی جس کے تاریخی حالات روز روشن کیطرح آشکارا ہیں۔
پیغمبر اسلام کی مبارک زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں
ڈال کر دیکھی جا سکتی ہے۔اور تاریخ روزگار اس کی شاہد ہے
وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل میں مبتلا ہیں حضور
کی زندگی۔سادگی۔سچائی۔ہمت اور شرافت کی تصویر تھی۔اور
ایسے کارنامے ان بڑے انسانوں کی زندگیوں کو یاد دلاتے ہیں
جو اپنے نام تاریخ کے اوراق پر چھوڑ گئے ہیں۔آپ ہمیں زندگی
میں بشکل نور نظر آتے ہیں۔آپ کی زندگی ایسی شریفانہ
اور صادقانہ دکھائی دیتی ہے۔کہ ہمیں صاف معلوم ہو جاتا ہے
کہ کیوں آپ ہی کو اس غرض سے منتخب کیا گیا۔کہ اپنے آقا کا
پیغام تمام دنیا تک پہنچائیں۔وہ نام کیا تھا جس سے مکہ کے تمام
[illegible]

# مرتد ہوکر آریہ بننے والوں کی حالت زار

(٭)

نومسلم کانفرنس کی نقل میں مرتد ہو کر آریہ بننے والوں نے
"نو آریہ کانفرنس" تجویز کی ہے۔جس کا اجلاس دہلی میں کرنا
چاہتے ہیں۔لیکن آریوں نے نہ معلوم کیوں اسکی مخالفت
شروع کر دی ہے۔جس کا ذکر کرتے ہوئے استقبالیہ کمیٹی کے
صدر شانتی سروپ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جسمیں لکھا ہے۔
"اس کانفرنس کے انعقاد کے خلاف بعض احباب کی رائے
ہے لیکن میرا خیال ہے کہ اس کانفرنس کا منعقد ہونا نہایت
ضروری ہے۔کیونکہ اگر نو آریہ بھائیوں کی تکلیف کا احساس
نہ کیا گیا۔تو وہ زمانہ دور نہیں۔کہ شدھی کا دروازہ بہت حد تک
بند ہو جائیگا۔یہ ایک عظیم الشان خطرہ ہے۔جس کیلئے آریہ
اور نو آریہ بھائیوں کو ابھی سے عملی غور و خوض کرنا چاہیئے۔اسی
خطرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کانفرنس کا انعقاد وجود میں
آیا ہے۔تاکہ ہم نو آریہ آپس میں ہی روٹی بیٹی کا ووہار کریں۔
کیونکہ مذہبی تبدیلی کے ساتھ ساتھ روٹی بیٹی کا مطالبہ ہماری
پوزیشن کو خراب بنانے والا اور روٹی بیٹی کے مسئلہ کو مشکل
ترین حالت میں پہنچانے والا ہے۔

ہماری طرف سے ہر شخص کیلئے جو ہم سے روٹی بیٹی کا
تعلق قائم کرنا چاہے ہمیشہ دروازہ کھلا رہیگا۔لیکن جب تک
ہمارے لئے کوئی انتظام نہیں ہے۔ہمیں آریہ بھائیوں پر
اعتراضات کئے بغیر اپنی ضرورتوں کو خود پورا کرنا چاہیئے۔
اور آریہ بھائیوں کو بھی ہم پر کوئی اعتراض کئے بغیر اس
کانفرنس کی تن من دھن سے سہائتا کرنی چاہیئے۔ورنہ
ہم پر بصورت مخالفت صریح ظلم ہوگا۔کیونکہ مخالفت
کے یہ معنے ہونگے کہ نہ آپ ہماری تکالیف دور کرتے ہیں
اور نہ ہم کو ہمارے سنگٹھن دوارا تکالیف دور کرنے کا
موقعہ دیا جاتا ہے۔اپنی چودہ سالہ پُر از احتیاط زندگی
بسر کرنے کے باوجود جو کچھ مجھ پر بیتا۔وہ میں ہی جانتا ہوں
جس کا بیان کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔"

ان سطور سے جہاں اس سلوک کا پتہ لگتا ہے۔جو آریہ لوگ
مرتد ہو کر آریہ بننے والوں کیساتھ کر رہے ہیں۔وہاں اس ذلت
اور نکبت کا بھی ثبوت ملتا ہے جسمیں "نو آریہ" مبتلا ہیں۔وہ
اپنا دروازہ تو ہر اس شخص کیلئے جو ان سے روٹی بیٹی کا تعلق قائم
کرنا چاہے کھلا رکھنے کا اعلان کر رہے ہیں۔لیکن آریہ جو انہیں
منہ لگانا پسند نہیں کرتے ان پر اسبارے میں اعتراض کرنیکی بھی
جرأت نہیں رکھتے۔"نو آریوں" کو اور خاصکر مہاشہ شانتی سروپ
اور مہاشہ پریم چند صاحبان کو اپنی اس پوزیشن پر ٹھنڈے
دل سے غور کرنا چاہیئے۔کیا یہی وہ نعمت غیر مترقبہ ہے جو اسلام
[illegible]

# افلاس کیونکر دُور ہو؟

(از مولوی عبدالکریم صاحب مولوی فاضل جالندہری قادیان)

فی زمانہ مسلمانوں کا افلاس جسقدر ترقی کر گیا ہے۔ اسکی نظیر قرون اولیٰ میں ملنی مشکل ہے۔ مسلمانوں کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کا افلاس ہے۔ مسلمان اعلےٰ تعلیم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ولایت میں جا کر بڑی بڑی ڈگریاں بھی لے سکتے ہیں۔ پروفیسر بھی بن سکتے ہیں۔ ڈاکٹر بھی بن سکتے ہیں۔ ان کے دماغ اعلیٰ سے اعلیٰ ایجادات کر کے ملک کو فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا کا کوئی اچھا کام نہیں۔ جو وہ نہیں کر سکتے۔ مگر افلاس ہر امر میں روک ہے۔ آج ہر جگہ ہر محکمہ میں ہندوؤں کی کثرت ہے۔ اگر آج ہمارے پاس دولت ہو۔ روپیہ ہو۔ تو ہم بھی اعلیٰ عہدوں پر ممتاز نظر آئیں۔ روپیہ وہ چیز ہے۔ جو دنیا کے مشکل سے مشکل کام منٹوں میں کر دیتا ہے۔

بے شک یہ درست ہے۔ کہ اگر انسان محنت۔ جفاکشی۔ جوانمردی۔ نیک نیتی۔ استقلال سے کام کرے۔ تو بغیر روپیہ کے بھی بعض حالات میں کامیابی ہو جاتی ہے۔ جسکی نظیریں بھی ہم کو مل سکتی ہیں۔ مگر یہ بہت کم۔ دنیا کے اکثر کام روپیہ پر ہی منحصر ہیں۔ ہمارے مدنظر بعض افراد کی کامیابی نہیں۔ بلکہ قوم کی ترقی ہے۔ قوم کی ترقی تب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ قوم کا ہر فرد کامیاب ہو۔ پس قوم کی ترقی اسکے افراد پر منحصر ہوتی ہے۔ اور ذرائع ترقی پر غور کرتے ہوئے ہمیں افراد کو ہی لینا ہوگا۔ غور کریں کہ آج ہم کیوں ذلیل ہیں۔ چونکہ اکثر افراد کی حالت اچھی نہیں ہے اس لئے یہی کہیں گے۔ کہ مسلمان ذلیل ہیں۔ اگر جیلخانوں کو دیکھیں۔ تو وہاں مسلمانوں کی کثرت۔ بے روزگاروں کی کثرت اگر ہے۔ تو ہماری۔ بھیک مانگنے والے گروہ کے گروہ اگر نظر پڑینگے۔ تو ہمارے۔ دفتروں کی چپڑاس جیسے اعلیٰ عہدہ پہ اگر ممتاز ہونگے۔ تو مسلمان۔ دنیا کا جو بھی ادنیٰ کام ہوگا اس کو سرانجام دینے والے اگر دیکھیں گے۔ تو مسلمان جسکی وجہ سوائے افلاس اور کچھ نظر نہیں آتی۔

اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ افلاس کیونکر دور ہو۔ سو اس کے لئے ہمیں ترقی یافتہ قوموں کی طرف نظر کرنی چاہیئے۔ کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ہماری ہی طرح انکی بھی حالت تھی۔ انہوں نے وہ کونسے طریق استعمال کئے۔ جن سے دنیا میں ترقی دینے والی سب سے بڑی چیز "روپیہ" حاصل کر لیا۔ پھر ہمیں ان قوموں کی طرف بھی نظر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم یہی سوچیں۔ کہ مسلمان ایک زمانہ میں ترقی یافتہ قوم تھی۔ دنیا میں ایک معزز قوم تھی۔

لیکن آج ہم وہی مسلمان ہیں۔ جو تنزل کی طرف جا رہے ہیں۔ پس وہ کون سے اسباب و علل ہیں۔ جن کی طرف ہمارے بزرگوں نے توجہ کی۔ اور جن کو ہم نے چھوڑ دیا۔

میرے نزدیک سب سے بڑی وجہ جو ہماری ترقی میں روک ہے۔ وہ تجارت کا چھوڑنا ہے۔ تجارت وہ چیز ہے۔ جس کے ذریعہ انسان آزادی سے روپیہ باسانی حاصل کر سکتا ہے۔ معمولی سے معمولی گاؤں کا ایک بنیا جو ایک سو روپیہ سے تجارت شروع کرتا ہے۔ وہ اکثر اوقات گاؤں کی ساری زمین خرید لیتا ہے۔ اور وہاں کے باشندوں پر روپیہ کے ذریعہ حکومت کرتا ہے۔ دوسری چیز صنعت کی کمی ہے۔ آج دنیا میں انگریز حکومت کر رہے ہیں اور دنیا کی متمول ترین اقوام میں ان کا شمار ہے۔ کس وجہ سے؟ محض صنعت و حرفت کی بدولت۔ آئے دن نئی نئی ایجادات سے دوسرے ممالک کا روپیہ کھینچے چلے جاتے ہیں۔ پس اگر ہم بھی ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو سب سے پہلے ہمیں تجارت و صنعت کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اگر آج ہمارے ہاتھ میں تجارت ہو۔ صنعتی کارخانے ہوں۔ تو ہمیں اپنی قوم کے ہزاروں بے روزگار شہروں میں دربدر پھرتے نظر نہ آئیں۔ ذیل میں باختصار چند امور لکھتا ہوں۔ جن کا تجارت میں قدم رکھتے ہوئے مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۱) کوئی کام ایسا شروع نہ کیا جائے۔ جس کا تجربہ نہ ہو۔ جو کام کرنا مقصود ہو۔ پہلے بغیر سرمایہ لگانے کے اس کا تجربہ حاصل کیا جائے۔ مثلاً جو شخص وہ کام کرتا ہے۔ اس کے ہاں ملازم ہو جائے۔ یا بلا معاوضہ کام سیکھنا شروع کر دے۔

(۲) کسی کام میں یکدم بہت سرمایہ نہ لگایا جائے۔ بلکہ ہمیشہ تھوڑی رقم سے تجارت شروع کی جائے۔ اور آہستہ آہستہ سرمایہ کو زیادہ کرنا چاہیئے۔

(۳) گاہک کو چیز ہمیشہ اچھی دی جائے۔ محض روپیہ بٹورنا مقصود نہ ہو۔ بغیر اسکے دوکان مستقل طور پر نہیں چل سکتی۔

(۴) ایمانداری جو ہر مسلمان کا خاصہ ہے۔ ہر حالت میں مدنظر رہے۔ انگریزوں نے اس بات سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ تجارت کے معاملہ میں انکی ایمانداری کا سکہ ہر ایک دل پر بیٹھ چکا ہے۔ ولایت سے ادویات کے پیکٹ آتے ہیں۔ مشینری کا سامان آتا ہے۔ سٹیشنری آتی ہے۔ جس قدر تعداد وہ ایک بکس کے لئے مقرر کر دینگے۔ تمام بکسوں میں وہی تعداد ہوگی۔ کوئی ایک بکس اٹھائیں۔ اس میں کمی ہرگز نہ پائیں گے۔ ایک بوتل میں وہ ایک پونڈ دوائی ڈالیں گے۔ تو ہر ایک بوتل میں وہی وزن ہوگا۔ پھر لطف یہ کہ جس قسم کی چیز پہلے دن ڈالینگے آخر تک وہی ڈالتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہر ایک ان کا اعتبار کرتا ہے۔ گاہک انگریزی چیز خریدتے وقت جنس کے شمار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ لیکن جونہی اسے معلوم ہو جائے۔ کہ اس چیز میں ہمارے بھائیوں کے ہاتھ لگے ہیں۔ تو وہ گھنٹوں اسکی پڑتال کرے گا۔ چیز کو پرکھے گا۔ خریدتا ہوا خوف کریگا۔ بار بار گنے گا۔ کہ کم نہ ہو۔ مال کو دیکھے گا۔ کہ ناقص نہ ہو۔

قرآن پاک کا یہ حکم ہے۔ کہ وزن پورا تولو۔ اس حکم پر جنہوں نے عمل کیا۔ خواہ وہ کوئی ہوں۔ انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ پس اگر اور قومیں ہمارا اصول لیکر کامیاب ہوں۔ تو ہمارا بدرجہ اولیٰ حق ہے۔ کہ ہم اپنی پاک کتاب کے حکم کی تعمیل بھی کریں اور دنیاوی فائدہ بھی اٹھائیں۔

(۵) ابتدا میں وہی کام کئے جائیں۔ جن میں کم سرمایہ کی ضرورت ہو۔ تاکہ ہمت بڑھتی جائے۔

(۶) استقلال نہایت ضروری چیز ہے۔ خسارہ اگر ہو بھی تو پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ تجارت میں نفع و نقصان دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ پس اگر کسی وقت خسارہ ہو بھی۔ تو استقلال سے کام جاری رکھنا چاہیئے۔

(۷) آرام طلبی کو کم کرنا چاہیئے۔ بلا محنت کوئی پھل نہیں ملتا۔

(۸) تجارت کا سب سے بڑا اصول "منافع کم بکری زیادہ" ہے۔ یہ نہ ہو۔ کہ ہم ایک ہی گاہک سے ساری کسر نکالنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

(۹) ہماری زبان میٹھی ہونی چاہیئے۔ گاہک سے بااخلاق پیش آئیں۔ یہ نہ ہو۔ کہ بات بات پر ہم اس سے لڑیں جھگڑیں۔ دیکھا گیا ہے۔ کہ ایک مسلمان دوکاندار سے بعض اشیاء دکھانے کے لئے کہا جائے۔ تو فوراً یہی کہے گا۔ کہ چیز لینی ہے تو دکھاؤں ورنہ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ اس پر اگر گاہک نے چیز خریدنے پر آمادگی ظاہر کی۔ تو مال دکھانا شروع کیا۔ مگر وہ بھی بڑے غصہ میں۔ اور چہرہ کا رنگ بدلے ہوئے۔ اگر خدانخواستہ چند منٹ مال دیکھنے کے بعد خریدار بغیر خریدے چلا جائے۔ تو بغیر کچھ سنے اس کا جانا ناممکن ہے۔ پھر وہ کبھی اس دوکان کی طرف منہ کرنا بھی پسند نہ کرے گا۔ یہ نقص مسلمانوں میں نہ ہونا چاہیئے۔ خواہ کوئی ایک گھنٹہ دوکان کا مال دیکھتا جائے۔ اور ایک پیسہ کی چیز بھی نہ خریدے۔ تو بھی ہمیں اپنا چہرہ بشاش رکھنا چاہیئے۔ دوکاندار کا فرض ہے۔ کہ مال دکھلائے۔ خریدار کی مرضی ہے۔ کہ خرید کرے یا نہ خرید کرے۔ ہمیں اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔

بالآخر دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ہر ایک فرد کو ترقی دے۔ اور ہر مسلمان جہاں دین میں ترقی کرے۔ دنیاوی ترقی بھی اسکو نصیب ہو۔

# رسول کریم صلعم کا ذکر ہندوؤں کی مقدس کتب میں

آجکل مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرف سے جس طرح دکھ اور تکالیف کا نشانہ بنایا جا رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان دکھ اور مصائب کا علاج وہی تین ذرائع ہیں۔ جو ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک خطبے میں فرمائے ہیں۔ اس وقت میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ ہندو جس ہستی کی بے عزتی اور بے حرمتی کر رہے ہیں۔ اس کی عزت ان کی مایۂ ناز کتب میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو شلوک ذیل:-

رنگٹ ہنتارہ منڈرو ہتا اِندرو راما ہاشور ندرا

اَلّنْدَ جَشْٹھنگ سرِشْٹھنگ پرمنگ پرہمان اِلّام (اتھروویدا اللہ اپنشد شلوک)

یعنے "ہو مکاریوں کو کیا اندر بچاتا ہے یعنے نجات دیتا ہے؟ اِندر تو خود ہی ہو مکاری ہے۔ اِندر اگر خوبصورت ہو۔ تاہم (خدا کے مقابلہ میں) بدشکل ہے۔ اللہ اِندر سے افضل ہے اللہ لاشریک ہے۔ وہ سب سے افضل ہے" یہاں اللہ تعالیٰ کی شان کا اقرار ہے آگے ملاحظہ ہو:-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کس طرح بیان کی گئی ہے:-

رنگٹ اللہ رسور محمد رگنگ برشیا

آدلا بوک میکا گنگٹ اللہ بو گنگت نیکا تکم (ایضاً ۲ شلوک)

یعنے "بلا مبالغہ اللہ کا رسول محمد سب رسولوں سے افضل ہے یعنے وہ افضل الانبیاءٔ ہیں۔ اللہ صرف واحد ہے وہ پاک اور بے عیب ہے" اور لیجئے

اَرِشْیا اِلّانگ اِلّلیے متر ابرون راجہ پیند دھوا

ہیامی متر و اِلّانگ گبرو اِلّانگ

رسور محمد رگنگ برشیا اِلّے اللہ پیتر دھوا (ایضاً شلوک ۹)

یعنے "اللہ بہشتیوں (نیکو کاروں) کا دوست ہے۔ اور پانی کا راجہ ہے۔ اِلّا اللہ کے نام سے اللہ کو پکارو۔ محمد رسول اللہ سب سے افضل ہے۔ اس دنیا میں ہر طرف اللہ ہی حکمران ہے"۔

اب خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت کا حکم ملاحظہ ہو:-

اللہ جگیتنو ہوتٹ اللہ سورج چندرہ شربت نکھترا

اللہ رِشیتنگ شبیرا اندرائے

پروٹ مایا پرم انتٌ انتریکھا (ایضاً ۲ شلوک)

یعنے "خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ چاند اور سورج اور ستاروں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ رشیوں کا بھی بدھاتا ہے۔ حصول مال و دولت کے لئے اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ اللہ سب کا اخیر ہے (یعنے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا) سماوی مخلوقات کا بھی وہ خالق ہے"

اب ویدوں کا حکم ہوتا ہے کہ سب کوئی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نعرہ لگائے ملاحظہ ہو

اللہ پرتھوی انتریکھنگ جت رونگ وثانی دھتے

اِلّلیے پرون راجہ پیند دھوا

(ایضاً ۳)

اِلّلیے گبرو اِلّانگ گبرو اِلّانگ اِلّتی اِلّلیے

یعنے "اللہ پرتھوی (دنیا) سماوی مخلوقات (چاند سورج ملائک وغیرہ) خوبصورت اشیاء کا خالق کل ہے۔ اللہ نیکو کاروں کا مالک اور پانی کا راجہ ہے۔ صرف اللہ ہی کو اللہ کہہ کر پکارو۔ کہو۔ اِلّا اللہ۔ اِلّا اللہ۔ اِلّا اللہ"

اس شلوک میں تو اِلّا اللہ کے نعرہ کا حکم ہے۔ مگر اگلے شلوک میں لا الٰہ اِلّا اللہ کے نعرہ کا حکم ہے:-

اللہ اِلّا اللہ انادی خسر وپائے اتھرو ننگ

شکھانگ رنگ جنا نام

پشو شدھان جل بران آدرِشٹھنگ کورو کورو پھٹ

اشور شنگھا رِبنگٹ رنگ اللہ رسور محمد رگنگ برشیا

اللہ اِلّانگ اِلّلتی اِلّا اللہ (ایضاً ۱۰)

یعنے "اتھرو ننگ کا اللہ ہی واحد لاشریک ہے۔ ہمیشہ سے ہے۔ اللہ اس دنیا کے تمام لوگوں کا دوست ہے (یعنے سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے) حیوانوں کی تقدیر کا مالک اللہ ہی ہے (یعنے انکی خورو پوش کا انتظام بھی اللہ ہی کرتا ہے) بدشکل مخلوقات کا بھی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ محمد رسول اللہ سب سے افضل ہے۔ کہو اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (محمد رسول اللہ)

یہ چند شلوک ہیں جنکو بڑی محنت و مشقت کے ساتھ ہم نے ایک کتاب جو کہ ایک معزز پنڈت جی کے پاس تھی جمع کئے ہیں۔ دراصل وہ کتاب اتھرووید کی شرح ہے اس کتاب کا نام یوں ہے:-

اتھرووید کا اللہ اوپنیشد

مولفہ اوپندر ناتھ مکھو پدھایہ

جسے ستش چندر مکھو پدھایہ نے شائع کیا۔

ان شلوکوں سے صاف ظاہر ہے کہ اِندر تو خود نجات کا محتاج ہے وہ دوسروں کو کیا نجات دیگا۔ اگر نجات کی خواہش ہے تو محمدؐ کا دامن پکڑو۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ ورد زبان کرو۔ اور خشوع وخضوع کے ساتھ خدا کے حضور حاضر ہو۔ اور اس سے مدد چاہو۔ وہ تمہاری مال و دولت عزت وحشم میں برکت دے گا۔ مغفرت کے لئے دعا کرو۔ وہ نہیں بخشدیگا۔ کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (پارہ ۲۴ سورہ زمر ع آیت ۶) یعنے اے محمدؐ میرے ان بندوں تک جنھوں نے اپنے نفس پر حد سے زیادتی کی یعنی گناہ کئے۔ یہ خبر پہنچادے کہ تم رحمت الٰہی سے ہرگز ہرگز ناامید نہ ہو کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اس لئے بخش دیتا ہے کہ وہ بڑا رحیم دیالو ہے۔ وہ درگذر کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔

میں ایک اور شلوک پیش کرتا ہوں جو بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس میں رسول مقبول صلعم کی پہچان کا گر ہے

مودو برتنا دیبا دگارا نتنے پرگرنیتا

پشنو نانگ بھکھا یتو سدا بید شاسترسے چھشر بتا۔ (سام وید)

یعنے جس دیپ یعنے بزرگ کے نام کا پہلا حرف م اور اخیر حرف د ہو۔ اور جس کے پیرو گئو بھکشن کرتے ہوں وہی وید شاستر کے رو سے رشی ہے (اسی کی پیروی کرنی ہر اک ہندو کا فرض ہے)

اب دیکھئے کس خوبی سے سام وید نے حضرت رسول کریمؐ کی پہچان کا گر بتایا ہے۔ کیا محمدؐ کے شروع لفظ م اور اخیر کا حرف د نہیں ہے۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو کیوں بزرگ مذکور کے آگے ہندو لوگ سر نیچے نہیں ہوتے۔ پھر صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ انکی ایک بڑی اہم نشانی یہ ہے کہ اس کے پیرو گئو بھکشن کرتے ہونگے۔ چنانچہ ہم مسلمان گئو بھکشن کرتے ہیں۔ پس ہمارا آقا وہی دیپ ہیں۔ جس کا ذکر اس شلوک میں کیا گیا ہے۔ اس شلوک کے الفاظ میں ایک باریکی بھی ہے وہ یہ کہ دیپ گئو قربانی کا حکم لانیوالا ہوگا چنانچہ یہ ایسا ہی ہے اس دیپ نے ہمیں کہا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ... الخ

# حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی آواز کا اثر سات ہزار میل پر

## ۲۲ر جولائی کو لنڈن میں انڈین و یورپین مسلمانوں کا جلسہ

## فیصلہ راجپال کے خلاف پرزور صدائے احتجاج

## اور

## ایڈیٹر و پرنٹر مسلم آوٹ لک کو مبارکباد

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں مسلمانانِ لنڈن نے جن میں ہندوستانی اور یوروپین شامل تھے۔ ۲۲ر جولائی کو مسجد احمدیہ لنڈن میں جو جلسہ کیا۔ اسکی روئیداد تازہ ولائیتی ڈاک سے حضور کی خدمت میں پہنچی ہے جو ناظرین کرام کی آگاہی کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے:۔

نہ دِل رہا۔ نہ جگر۔ دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا۔ چشم خوں فشاں کے لئے

سرزمین ہند سے آنے والی اُن خبروں نے۔ جو رنگیلا رسول کے مصنف کی رہائی۔ اور ہمارے محترم احباب ایڈیٹر اور پبلشر اخبار مسلم آوٹ لک کی سزا کے متعلق تھیں۔ مسلمانانِ لنڈن کے دلوں میں غیر معمولی درد پیدا کر دیا۔ اور اُن کے وہ نازک جذبات ان خبروں نے مسل ڈالے۔ جو ایک شریف انسان کے دل میں تمدن اور اخلاق کے اُن اصول کے متعلق پیدا ہوتے ہیں جو اس بیسویں صدی میں ہونے ضروری ہیں۔ اور جو ایک حقیقی مسلم کو مذہبًا اور وراثتًا ملتے ہیں۔ جس کا اظہار ۲۲ر جولائی جمعہ کی نماز کے بعد مسجد احمدیہ لنڈن میں جلسہ کی صورت میں کیا۔ مختلف فاضل احباب نے تقریریں کیں۔ ہر مقرر کی تقریر نہایت سوز بھرے خیالات کی ترجمانی کر رہی تھی۔ اور ہر لفظ اس امن کا ماتم کر رہا تھا۔ جو بدقسمت ہندوستان کے ایک طبقہ نے سپردِ خاک کر دیا۔ بھلا۔ ایک مسلم کے لئے۔ اس سے زیادہ رنجیدہ کیا بات ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اُس پیارے انسان کے متعلق بدزبانی سُنے جس نے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر دکوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں انبیاء نہیں آئے) کہکر اپنے نام لیواؤں کا فرض قرار دے دیا کہ ہر مسلم ہر قوم کے پاک رہبروں کی تعظیم کرے۔ اور دنیا گہوارۂ امن بنجائے۔ آہ اتنے بڑے انسان کے متعلق جو دُنیا میں ہر پاک انسان کی تعظیم کروانے کے لئے آیا۔ آریوں کا بدزبانی کرنا کہاں تک قابل برداشت ہے۔ اور خصوصًا جبکہ ہم اُن کے پاک رہبروں کو نہایت عزت و احترام سے یاد کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ اور ایشیاء کے ہر کونے کے مسلمانوں کے دِل۔ پنجاب ہائیکورٹ کے اُن فیصلوں پر دُکھے ہیں۔ جو اس نے راجپال اور ایڈیٹر مسلم آوٹ لک کے متعلق کئے ہیں۔ اور ہم یہاں ہزاروں میل دُور بیٹھے اس محبت کے موتیوں کی مالا کو ٹوٹتا دیکھ کر کف افسوس ملتے ہیں۔ جو آج سے چند برس پہلے مادر وطن کے گلے کی زینت تھی۔ اور اس جلسہ کے ذریعہ جس کی مختصر کارروائی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ امن کی حامی گورنمنٹ سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقرر کردہ جج کے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائے اور ساتھ ہی ہند کے رہبروں سے امن کا واسطہ دیکر کہتے ہیں۔ کہ وہ اس قسم کے مواد فاسدہ کو جو کتاب راجپال کی صورت میں نمودار ہوا حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلم سکھ ہوں یا عیسائی۔ کیونکہ امن کا قیام ہی سب مذاہب کی غرض ہے +

### کارروائی جلسہ

۲۲ر جولائی کو تین بجے کے قریب جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مختلف حصص لنڈن۔ سکاٹ لینڈ۔ اور برلن دجرمنی) سے علاوہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے انگریز نومسلم بھائی۔ اور نومسلم بہنیں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے بے قرار مجروح بلبل کی طرح اپنے احساسات کے اظہار کے لئے تشریف فرما تھیں

### پہلا ریزولیوشن

سب سے پہلے مولانا درد صاحب امام مسجد نے ایک تمہیدی تقریر فرمائی۔ جس میں موجودہ دل دُکھانے والے کوائف ہند پر روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر کے بعد پہلا ریزولیوشن مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ راولپنڈی نے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ میں ایک نہایت ٹھنڈے دل کا آدمی ہوں۔ جیسا کہ میرا پیشہ مجھ سے چاہتا ہے۔ میں نے جب رسالہ ’ورتمان‘ امرتسر کا وہ مضمون دیکھا۔ جو اس کے ایڈیٹر نے سب سے پیارے انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف لکھا۔ تو میرا دل چاہتا تھا کہ لکھنے والے کو قتل کر ڈالوں۔ تا خس کم جہاں پاک ہو جائے۔ میں تو کیا ہر شریف انسان اس قسم کے مضامین پڑھ کر بغیر آنسو بہائے نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ معتدل ہندو دوستوں نے بھی متعدد دفعہ لکھا ہے۔ آریہ سماج کا اس قسم کا لٹریچر ہند کے موجودہ فسادات کا موجب ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے اس وقت میں یہ ریزولیوشن پیش کرتا ہوں +

ہم مسلمانانِ لنڈن جو اس وقت مسجد لنڈن میں جمع ہوئے ہیں۔ ہائی کورٹ لاہور کے اس فیصلہ کے خلاف جس کی رو سے اس نے رنگیلا رسول جیسی دل آزار کتاب کے مصنف کو بری کر دیا ہے۔ نہایت زور سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں چونکہ اس فیصلہ نے ہندوؤں کو مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کی جرأت دلائی ہے۔ اس لئے ہم مؤدبانہ طور پر برٹش گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ یا تو اس فیصلہ کی پریوی کونسل میں نگرانی کرائے۔ یا بغیر کسی مزید تاخیر کے قانون میں ایسی ترمیم کرائے۔ کہ بانیانِ مذاہب کے خلاف ایسے دل آزار حملے قانون کی زد میں آسکیں +

آپ کی تائید میں برادرم شیخ محمد نسیم صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ابن شیخ محمد حسین صاحب جج علیگڑھ نے ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا۔ کہ کتاب رنگیلا رسول یا اسی قسم کا زہریلا لٹریچر عام حالات میں بھی ہندوؤں اور مسلمانوں کے اندر ایک دوسرے کے خلاف نفرت انگیز جذبات پیدا کر دیتا۔ اور خصوصیت کے ساتھ موجودہ مکدر فضا میں اس قسم کا خلاف انسانیت لٹریچر سوائے آگ پر تیل ڈالنے کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے یہ بھی کہا۔ کہ دفعہ ۱۵۳ الف کے اب تک یہی معنے لئے جاتے رہے ہیں۔ کہ وہ اسی قسم کے حالات میں عاید ہو چاہیئے تھا۔ کہ اس معاملہ کو ہی پریوی کونسل میں لایا جاتا۔ تاکہ مقدمہ

کا ان حالات میں انتظار کرنا ہرگز مناسب نہیں تھا۔

**دوسرا ریزولیوشن** ہمارے فاضل دوست سید اقبال علی شاہ صاحب نے ایک پُر درد تقریر کے بعد دوسرا ریزولیوشن پیش کیا۔ تقریر کا ہر لفظ اُس محبت کو ظاہر کر رہا تھا۔ جو ایک مسلم کو رسول کریم صلعم کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ آپ نے کہا مغرب کی مادی گورنمنٹ نے ایک قانون بنایا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ وہ ناقص ہو۔ ترمیم یا اضافہ چاہتا ہو۔ میں خصوصیت کے ساتھ اس بات پر حیران ہوں۔ کہ پریس کی آزادی تو اس صدی میں ہر جگہ موجود ہے مگر خود قانون بنانے والی گورنمنٹ کے گھر انگلستان میں پریس کو جو آزادی حاصل ہے۔ اُس کا عشر عشیر بھی ہائی کورٹ کے اس فیصلہ میں نظر نہیں آتا جو مسلم اوٹ لک کے متعلق کیا گیا ہے میں ان الفاظ کے ساتھ یہ ریزولیوشن پیش کرتا ہوں:۔

ہم ہائی کورٹ لاہور کی اس کارروائی کو جو اس نے ایڈیٹر و پرنٹر مسلم اوٹ لک کے خلاف کی ہے۔ نہایت غم و غصہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس بات پر حیرت اور استعجاب کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ ہائی کورٹ نے رسول اکرمؐ کی ذات والا صفات پر شدید دہنی سے حملہ کرنے والے کو تو صاف بری کر دیا ہے۔ اور دو روشن دماغ مسلمانوں کو محض اس واسطے پابند سلاسل میں جکڑ دیا ہے کہ انہوں نے دیانتدارانہ طور پر ہائی کورٹ کے اس فیصلہ پر جائز تنقید کی ہے ہم اپیل کرتے ہیں کہ ان دونوں کو فی الفور رہا کر دیا جائے۔

اس ریزولیوشن کی تائید برادرم محمد اسحٰق صاحب آف برلن جرمنی نے ایک تقریر کے ذریعہ فرمائی۔

**تیسرا ریزولیوشن** ہماری محترمہ نومسلمہ بہن مسز ڈیکی جولڈن نے ایک پُر مغز اور پرجوش تقریر کے بعد حسب ذیل پیش کیا:۔

ہم ایڈیٹر و پرنٹر مسلم اوٹ لک کو ہدیۂ تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے تحفظ ناموس رسول اکرمؐ کے واسطے نہایت اولوالعزمی کا ثبوت دیا ہے۔ اور ثابت قدمی دکھائی ہے۔ اور ہم ان کے بیوی بچوں اور دیگر متعلقین سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

اس کی تائید میں خاکسار نے تقریر کی۔ کہ اگر واقع میں اتنے بڑے سورج سے لیکر اُن چھوٹے ریت کے ذرات تک جنہیں ہوائیں اُڑائے لئے پھرتی ہیں۔ دُنیا کی ہر چیز انسانی امن کے لئے ہی پیدا کی گئی۔ اور اگر واقع میں امن ہی ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے جس کے گرد سب عبادتیں اور دنیاوی افعال چکر لگاتے ہیں۔ تو اس سے بڑا ظالم شخص کون ہے۔ جو اس کو مٹانے کی کوشش کرتا۔ اور اس سے بڑا کونسا قانون ہے جو اس قسم کے امن شکن انسانوں کے لئے اپنے اندر کوئی دفعہ موجود نہیں رکھتا۔ قانون کے معنی ہی تدابیر حفظ امن کے ہیں۔ اور امن کس طرح قائم رہ سکتا ہے۔ جبکہ کروڑوں مسلمانوں کے آقا اور وہ آقا جس کی محبت کی وجہ سے اس کے نام لیواؤں نے ہر تکلیف اٹھائی۔ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں لوہے کی زنجیروں میں باندھے ہوئے بھوکے اور پیاسے ڈال دیئے گئے۔ ان کے سامنے ان کے بیوی بچے ذبح کر دیئے گئے۔ اور تپتے ہوئے صحراؤں میں جلتی ریت میں۔ گرم پتھروں کے نیچے دبا دیئے گئے۔ کہ وہ اس پاک انسان کے دامن کو چھوڑ دیں۔ جو دنیا کی ہر چیز سے انہیں عزیز ہے۔ آہ! اس انسان کے متعلق بدزبانی سنیں۔ اور ان کے خون نہ کھولیں۔ کیسے ممکن اور قابل برداشت ہے۔ جب دنیا کی مادی گورنمنٹ کے آدمیوں نے ایک ایڈیٹر کو جیل میں اسلئے ڈال دیا کہ اس نے ایک جج کے فیصلے کے خلاف آہ بھری۔ تو کیسے ممکن ہے۔ کہ ہم اپنے خدا کی زبردست گورنمنٹ کے سب سے بڑے جج اور معلم جس کی عزت ہمارے دل اور روح کا امن ہے کے خلاف اس قسم کے ناپاک حملوں کو سنیں۔ اور کان بند کر لیویں۔ اور اس قسم کے خبیث اُرچہ کو پڑھیں۔ اور ہماری آنکھیں دل میں ایک تلاطم خیز طوفان برپا نہ کر دیں۔

خاکسار کے بعد چوتھا ریزولیوشن ہمارے محترم بھائی محمد عیسیٰ صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی بھاگلپوری نے ایک قابل تعریف تقریر کے بعد پیش کیا۔ آپنے فرمایا۔ ہمیں ہندؤں کے دلوں کو فتح کرنا چاہیئے۔ انہیں اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ بجائے گالیاں دینے کے جبین نیاز کو درِ محمدؐ پر نہایت عجز و انکسار سے جھکا دیں۔

**چوتھا ریزولیوشن** ہم اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام روئے زمین کے مسلمانوں سے پُر زور درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ خاص توجہ کے ساتھ ہندو قوم میں تبلیغ اسلام کریں۔ تاکہ سرور دوجہان کی ذات مبارک پر کسی حملہ کا ان کسی طرف سے امکان ہی نہ رہے۔

اس کی تائید ہمارے نہایت مخلص نومسلم نوجوان مسٹر پیارک احمد فیولنگ سکرپر لیکچرر نے ایک تقریر کے ذریعہ فرمائی۔

پانچواں ریزولیوشن ہمارے مکرم نومسلم بھائی مسٹر عبداللطیف ڈکوپ نے پیش کیا جس کی تائید نومسلم برادر مسٹر عبداللہ گارٹر نے فرمائی۔

**پانچواں ریزولیوشن** ان تمام ریزولیوشنوں کی کاپیاں سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا گورنمنٹ ہند گورنر پنجاب اور پریس کو ارسال کی جاویں۔

ریزولیوشن اور تقریروں کے بعد مولانا درد نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ آج ہی اس جلسہ کے ریزولیوشنز تار کے ذریعہ پریس۔ ہز ایکسیلینسی وائسرائے ہند اور گورنر پنجاب کو بھیجے جاویں (چنانچہ تار کے ذریعہ ریزولیوشنز بھیجے گئے) ۔

خاکسار۔ بشیر۔ امرتسری۔ از مسجد لنڈن

# مسلمانوں کا حقیقی لیڈر کون ہے!

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۲ کالم اول)

میرا مضمون "مسلمانوں کا حقیقی لیڈر کون ہے"۔ درج ہو چکا ہے لیکن اخبار ابھی ڈسپیچ نہیں ہوا (اس) اللہ تعالیٰ نے دو چار مزید ثبوت مہیا کئے ہیں۔ جن کے ذکر کے بغیر یہ مضمون جو پہلے ہی سرسری اور علے سبیل الاستعجال ہے۔ ناکس رہیگا۔ کانگرس کے تعلق میں نے بتایا تھا۔ کہ حضرت امام نے یہ مشورہ دیا تھا۔ ہر ایک سیاسی خیال کی پارٹی کا اسمیں حصہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ نامزد پریذیڈنٹ کانگرس ڈاکٹر انصاری نے اپنا بیان جو شائع کیا ہے۔ اسمیں یہ ارز درج ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

"کانگرس کے دروازے ہر خیال اور ہر عقیدہ کے لوگوں کے لئے کھول دیئے ہیں۔ تاکہ ہر ایک سیاسی جماعت اور فرقہ کے لوگ اسمیں داخل ہو سکیں۔ دیسی۔ عیسائی۔ اینگلو انڈین ہندوستان میں آباد یورپیوں کو بھی شامل ہونے کا موقعہ دینا ضروری ہے اعتدال پسندوں اور آزاد خیال اصحاب جو کانگرس سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ انکو شامل کرنیکی کوشش چاہیئے۔ تاکہ کانگرس صحیح معنوں میں نمائندہ جماعت کہلا سکے" (ملاپ ۲۶ اگست)

۲۔ یہ تحریک حضرت امام نے کی تھی۔ کہ ہندوؤں سے خورد و نوش کی چیزیں جن کیلئے وہ ہم سے چھوت چھات کرتے ہیں۔ نہ خریدی جائیں خدا کے فضل سے یہ تحریک بہت ہی بارآور ہوئی۔ مگر مجلس خلافت نے اسے نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت قبول نہ کیا۔ آخر ان کو بھی اس کے سوا چارہ نہ رہا۔ اور صوبہ بھر کے نمائندوں کی قرارداد میں آج ہم پڑھتے ہیں سیاسی جماعت کے ہاتھوں سے اشیاء لے کر خورد و نوش کے کام میں نہ لائیں۔ جو خود مسلمانوں کو ذلیل اور ناپاک سمجھ کر ان سے پرہیز کرتی ہے۔

اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کون صائب الرائے لیڈر دُور کی چیزوں کو نزدیک سے دیکھتا ہے۔

۳۔ سب سے آخر اس امر کے اظہار میں مجھے خاص مسرت ہے۔ کہ جیسے ورتمان کے متعلق پوسٹر نکلنے کے معاً بعد گورنمنٹ نے کارروائی کی۔ ایسے ہی فیصلہ ورتمان کے بعد عین برمحل و برموقعہ حضرت امام نے مذہبی توہین کے بارے میں نئے قانون کا مطالبہ کیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ اس سے پہلے ایسا مطالبہ ٹھیک نہ تھا۔ اور آج ہم پڑھتے ہیں۔ کہ ۲۲ اگست کو گورنمنٹ نے ویسے ہی اعلان کر دیا ہے یہ آخری کامیابی لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ وہ اپنے حقیقی صائب الرائے لیڈر کو خوب پہچان سکتے ہیں۔

# ایک نومسلم بھائی کا سلام

مسٹر احمد اینڈرسن صاحب جو امریکہ میں ایک احمدی ہیں۔ مجھے اپنی ۱۰ جولائی کے خط میں جو پچھلی ولایتی ڈاک میں ملا ہے۔ لکھتے ہیں:

# آریہ سماج ملک میں بدامنی کی ذمہ وار ہے

(از جناب الحاج مولوی عبد الرحیم صاحب نیر)

جس وقت ہندوستان میں گورنمنٹ سے عدم تعاون اور قانون شکنی کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ اور مشرق کے شاندار نام پر اور ہندوستان کی خوبصورت پیشانی پر صندل کی بجائے کاجل کا بدنما قشقہ لگایا جا رہا تھا۔ اور اس طوفان بے تمیزی میں مسلمان بھی کوتاہ اندیشی سے شامل ہو گئے تھے۔ اور ستیہ آگرہ یعنی نادرستی کو "ستیہ گرہ" یعنی عدم راستی کہا جاتا تھا۔ اس وقت میں ہندوستان سے باہر تھا۔ اور جب میں نے لالہ منشی رام عرف شردھانند صاحب آنجہانی کا جامع مسجد دہلی کے ممبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرنا پڑھا۔ اور انگریزی لوگوں کا اعتراض سنا کہ اہل کتاب مسیحی کے مقابلہ میں ہندو سے اتحاد کیونکر اسلام کے ماننے والوں نے جائز کر لیا ہے؟ تب میرا ماتھا ٹھنکا اور مسلمانوں کی اس خطرناک غلطی پر افسوس کیا۔ کیونکہ میں نے آریہ سماج کا "مقدس ترین" لٹریچر پڑھا ہے۔ ان کے خفیہ ترین ارادوں سے واقف ہوں۔ ان کے نوجوانوں، انکے لیڈروں، انکے تعلیم یافتہ، انکے جہلاء کے خیالات کا علم رکھتا ہوں۔ اور مجھے کامل یقین ہے جب تک دیانندی سماج اور ان کا ستیارتھ پرکاش باقی ہے۔ ملک ہندوستان میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے وجوہات حسب ذیل ہیں۔

(۱) کسی ملک میں امن حکومت کی مضبوطی سے۔ حکومت کے ساتھ تعاون سے۔ قانون کی پابندی سے ہوتا ہے۔ مگر ستیارتھ پرکاش کا مصنف ملک ہند کی مفلسی اور ہند کے ادبار کا باعث گئو خور انگریزوں اور اجنبی حکومت کی موجودگی قرار دیتا ہے۔

اگر سڈیشن حکومت وقت کے خلاف اکسا ہٹ کا نام ہے تو آریہ سماج مذہباً ایسی تعلیم دیتی رہی ہے۔ اور حکومت کے خلاف ہر تحریک میں ہمیشہ پیش پیش رہی ہے۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش اردو ص ۲۰۴ - ۳۰۰ - ۳۱۰ - ۳۱۹ - وغیرہ وغیرہ۔

(۲) بدامنی رعایا کے افراد کے باہمی مناقشات سے پیدا ہوتی ہے۔ اور مناقشات کا باعث۔ بدزبانی، بدذہنی، غلط بیانی، دل آزاری، حق تلفی، تعصب بازی، محبوب وجودوں کی دشنام دہی ہے۔ اور ان تمام امور سیئہ سے آریہ سماج کو اس قدر کامل و وافر حصہ ملا ہے۔ جو محتاج ثبوت نہیں۔ ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۳ و ۱۴۔

(۳) جب تک ستیارتھ پرکاش کا وجود ہے۔ اور جب تک آریہ سماج دیانندی سماج ہے۔ اور انگریز و مسلمان اس ملک میں موجود ہیں۔ منافرت اور بدامنی آریہ نوجوانوں کے مذہب کا جزو ہو گا۔ اور وہ نہ صرف گائے کا گوشت کھانے والے اجانب حکام کے اخراج میں بھارت ماتا کا فرزند ہونے کی حیثیت سے اپنی نجات سمجھیگا بلکہ حصول نجات کیلئے ہر ممکن ذریعہ خواہ وہ خفیہ سوسائیٹیاں اور بمب سازی ہی کیوں نہ ہو۔ اختیار کریگا۔ ستیارتھ پرکاش ص ۱۲۹ ص ۱۸۱ - ص ۱۸۶ - ص ۱۸۱ - ص ۱۸۹۔

(۴) آریہ سماج نے مذہباً نہیں حصول ثواب کے لئے نہیں بلکہ حصول راج کیلئے بھارت کی خدمت کے لئے۔ ہندو جاتی کی تعداد بڑھانے کے لئے شدھی کا کام شروع کیا ہے۔ اور غور کرو جب جاہل ملکانہ یا میگھ اور پنجابی بھنگی آریہ بن کر ستیارتھ پرکاش سنیگا۔ اور اسے پڑھایا جائیگا۔ کہ آریہ ورت میں غیر ملکوں اور الوں کے راج ہونے کے باعث پھوٹ۔ اختلاف۔ جہالت۔ اور تمام عیوب ہیں۔ اور جب وہ ستیارتھ پرکاش میں پڑھیگا کہ جب سے عیسائی مسلمان وغیرہ چلے۔ آپس میں دشمنی و عناد ہوا۔ اور جب اسے انگریز اور مسلمانوں سے چھوت کرنے اور ترقی کرنے کے لئے ان سے نجات پانیکی تلقین ہو گی۔ اور جب مسلمان حکومت اور سکھوں کے قصے اور بندا بیراگی اور شیواجی کی حکومت سے بغاوتوں کے افسانے سنائے جائیں گے۔ پھر حقیقت رائے جیسے فرضی قصے اور مسلمانوں کے مفروضہ مظالم کی داستانیں سنائی جائینگی۔ اور پاکباز ہستیوں کو گندے الفاظ سے یاد کرنا مذہب کا جزو ہو گا۔ تو کیونکر یہ امید کی جا سکتی ہے۔ کہ اس ملک میں آریہ نوجوان اور شدھی شدہ لوگ امن کا موجب ہو سکیں گے۔ میں نے زمانہ طالب علمی میں اپنے آریہ ہم جماعتوں سے جو کچھ سنا۔ اسکی دو مثالیں سناتا ہوں۔

گلیڈسٹون کا مشہور فقرہ جو اس نے ترکوں کے خلاف استعمال کیا تھا جس میں بوریا بدھنا باندھکر ترکوں کو بلغاریہ سے نکلنا چاہیئے۔ استعمال تھا۔ اس پر مجھے مخاطب کر کے ایک نوجوان نے کہا "پہلے انگریزوں کو بوریا بدھنا باندھکر جانا ہو گا۔ اور پھر مسلمانوں کو"۔

میں بوڑھا ہوں۔ اور مجھے ان بوڑھے آریوں کے پروگرام کا تصور ہے۔ جو زمانہ طالبعلمی میں وہ بناتے تھے۔

۲:- نیوگ کا ذکر کرتے ہوئے میرے ایک کالجیٹ ہم جماعت نے کہا تھا۔ "اس نیوگ کے ذریعہ ہم گرانڈیل مضبوط جوان پیدا کرینگے۔ جو اجنبیوں (عیسائی مسلمان) سے بھارت کو پاک کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ ملک میں امن قائم رہنے کی دونوں صورتیں آریہ سماج کی مقدس کتاب ستیارتھ پرکاش کی موجودگی میں مخدوش ہیں۔ اور جب سے ہندو سبھا نے آریہ کارکنوں کے ہاتھ میں اپنی باگیں دیدی ہیں۔ اسوقت سے آریہ سماج نے اور پر نکالے ہیں۔ اور اس کا ثبوت "رنگیلا رسول" اور "کالی چرن" کی کتابیں اور "ورتمان" کے مضامین، اور دھرم بھکشو جیسے لوگوں کی تقاریر ہیں۔

گورنمنٹ پنجاب نے باوجود متواتر توجہ دلانے کے ستیارتھ پرکاش کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور آریہ سماج کو بے لگام چھوڑا ہے۔ اور اس کا نتیجہ موجودہ بدامنی ہے۔ گورنمنٹ کے حکام کو اختیار ہے۔ کہ وہ اپنی دانست کے متعلق اگر کوئی بات ہو۔ تو اس کا نوٹس نہ لیں۔ مگر وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کرینگے۔ اگر ایسی کتاب کو ضبط نہ کریں۔ جو حکومت سے نفرت پیدا کراتی ہے۔ انگریز قوم پر حملہ کرتی ہے۔ رعایا کے مختلف فرقوں میں اصولوں پر نکتہ چینی سے نہیں۔ بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں پر جو سکھ۔ برہمو۔ جینی۔ ہندو اور خصوصاً مسیحی و مسلمانوں کو محبوب ہیں نام لے لے کر حملہ کرتی ہے۔

زمانہ تبدیل ہو چکا ہے مسلمان اب جاہل نہیں۔ وہ کتابیں پڑھتے ہیں۔ جہاں جہاں آریہ سماج ہے۔ وہاں ستیارتھ پرکاش ہے۔ اور اس میں اس پاکباز دل کے سرداراس مقدس وجود رحمۃ للعٰلمین کو جسکے نام پر مسلمان فداہ ابی و امی کہتے ہیں پیٹ بھر کر گالیاں دی گئی ہیں۔ جو مسلمان اس کتاب پر نظر ڈالیگا وہ دیوانہ ہو گا مجنون ہو گا۔ اسکے دل میں اس کے مصنف اس کے ماننے والوں کے خلاف یقیناً نفرت ہو گی۔ پس ہم ادب سے مگر پورے زور سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ پنجاب خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہو۔ اور تحقیقات کرائے۔ کہ آیا

۱:- ستیارتھ پرکاش سڈیشن کی تعلیم سے پر ہے یا نہیں۔

۲:- آیا اس کا وجود ہندوستان کی مختلف اقوام میں باہمی منافرت پیدا کراتا ہے یا نہیں۔

آریہ سماج آسمان پر تھوک کر ستیارتھ پرکاش کو قرآن کریم اور دیانندجی کو رسول کریم کا مدمقابل بنانا چاہتا ہے۔ اور اس امر کو فراموش کر دیتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے مسلمات میں پنڈت دیانند صاحب کو معصوم عن الخطا نہیں مانا جاتا۔ اور نہ ہی پنڈت صاحب کا ایسا دعویٰ ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں۔ کہ اگر کہیں غلط فہمی سے کچھ لکھا گیا ہو تو اسے صحیح کر لیویں"۔ (ستیارتھ پرکاش ص ۶۳)

پس اگر آریہ سماج حقیقتاً امن چاہتی ہے۔ اور ہمارے الزام کو غلط ثابت کرنا چاہتی ہے۔ تو بجائے فرقان حمید پر حملہ کرنے کے جس میں محض حق و باطل کی تمیز کی گئی ہے۔ کسی شخص کا خواہ گندہ ترین ہی کیوں نہ ہو۔ خدائے علیم و قدیر نے نام لیکر ذکر نہیں کیا اور سب امور اصولاً بیان فرمائے ہیں۔ خود ستیارتھ پرکاش سے وہ حصے نکال دے۔ جو گاندھی جیسے ہندوؤں اور امام جماعت احمدیہ ایسے امن پسند مسلمانوں کی نظر میں سخت قابل اعتراض ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسکی موجودگی کے حالیہ ناگوار واقعات پیدا کئے ہیں۔ جن کے لئے صرف آریہ سماج ہی ذمہ وار ہے۔

ہمارے نزدیک معزز ہمعصر زمیندار نے ایک قابل تعریف کام کیا ہے۔ ملک میں فتنہ و فساد کی اصل جڑ کو اکھاڑنے کیلئے حکومت کو متوجہ کیا ہے۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متواتر مسلسل اور دیرینہ مطالبہ کی تائید کی ہے۔ اور آریہ اخبارات کا شور حسب عادت بیجا ہے۔ اور حکومت جانتی ہے کہ پنڈت دیانند جی کا مذہب الہامی مذہب نہیں۔ آریہ سماج انکو خواہ [illegible] سادہ سنہرا صفر لگا کر ہرشی کہے لیکن کسی صورت میں خرچی یا چندہ [illegible]

# ڈاکٹر منجے پہلوان مہاسبھا کے بیان کی تشریح

(علی برادران کے برادر بزرگ جناب خان ذوالفقار علی خان صاحب کے قلم سے)

۱۷ اگست کو شملہ کے تار سے جو پریس کو ڈاکٹر بہادر کا بیان بھیجا گیا ہے۔ وہ بجنسہٖ عجیب و غریب ہے۔ آپ نے بعض تشریحات بعض مصطلحات کی کی ہیں۔ جو پولیٹیکل انسائیکلو پیڈیا آف انڈیا کی پہلے ایڈیشن میں شائع ہونے کے لائق ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں آپ کی بنا کردہ تشریحات کا خلاصہ دیتے ہیں۔

**رنگیلا رسول کا ایجی ٹیشن۔** یہ نام نہاد ایجی ٹیشن ہے۔ اصل ایجی ٹیشن وہ ہوتے ہیں۔ جو مہاسبھا کے اجلاس سے پاس ہو کر تمام ہندوؤں کو سکھاتے ہیں۔ کہ ایسے ہی ریزولیوشن تم بھی پاس کرو۔ یا مالویہ جی اور ڈاکٹر بہادر کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے خونی الفاظ اور دلنشین محاورات کی تائید کریں۔ پس جو ایسی فائز شدہ تعلیم کی اتباع میں ریزولیوشنز پاس ہوں۔ اور جلسے ہوں۔ اور تار دیئے جائیں۔ اور اخبارات میں اشاعت ہو۔ تو وہ اصلی ایجی ٹیشن کی تعریف میں پہنچیں گے۔ اور مسلمانوں کے دل و جان کے مالک۔ ان کے آقا و مولیٰ سرور کائنات کو گالیاں دینے۔ قرآن شریف کو آگ لگانے۔ مساجد کو تباہ و برباد کرنے پر جب مسلمان جلسے کریں۔ یا دوسروں کو توجہ دلائیں۔ تو وہ ایجی ٹیشن نہیں ہے۔ بلکہ وہ نقالی ہے۔ اور محض تماشہ ہے۔ اسی لئے اس کا نام ایجی ٹیشن ہے۔ اصلی ایجی ٹیشن نہیں ہے۔ اور ہو بھی کیونکر سکتا ہے۔ کیونکہ ایک غلام قوم جس میں نہ اتحاد مقاصد نہ احساس ملت نہ قومیت جیسی ایسے ایسے لیڈر ہوں۔ کہ ہندوؤں کے ایسے پاک کارناموں پر جو ملتان۔ لاہور۔ بتیا۔ کومیلا (مشرقی بنگال) وغیرہ وغیرہ پر بھی مسلمانوں کو ملزم قرار دیں۔ ایسی قوم کا کیا حق ہے کہ وہ اپنے لئے جائز ایجی ٹیشن کے الفاظ استعمال کر سکے مسلمانوں کو اب یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ ہندوؤں کے غلام ہو کر ہندوستان میں رہ سکتے ہیں۔ اور یہ کہ انہیں ہرگز یہ حق نہ ہوگا۔ کہ ان کے لیڈروں میں سے کوئی ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کو چھوت چھات چھوڑنے کی تحریک کر سکے۔ یا اقتصادی غلامی سے نکالنے کی تدابیر بتائے۔ مسلمانوں کو ہرگز یہ حق نہ ہوگا۔ کہ وہ خدا اور اس کے رسول اکرم کی بے عزتی پر شور و شر کریں۔ بلکہ انہیں تمام مذہبی احساسات کو اور قرآن کریم کو خیرباد کہنا چاہیئے۔ اور گائے کے پیشاب کو پانی سے زیادہ پاک سمجھنا چاہیئے۔ اسی سے غسل کیا کریں۔ اور وہی زمین پر گرنے سے پہلے ہاتھوں میں لیا کریں۔ اور اپنے ریش ہائے مبارک کو اسی سے معطر کرنا چاہیئے۔ مگر وہ مندروں کے پاس سے نکلیں۔ تو یہ دیکھ لیا کریں۔ کہ ان کے جسم ناپاک کا سایہ مندر کی دیوار وغیرہ پر نہ پڑے۔ اور جن جن سڑکوں پر مہاپرشوں کے مجسمے گذرا کریں۔ ان پر چلنا تو درکنار ان کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ہندوستان میں انہیں رہنے کا حق نہیں ہے۔ بلکہ حق کا سوال ہی نہیں ہوگا۔ اور دوسرے ممالک میں بھی وہ اسی دائم تک جیتے رہیں گے۔ جب تک اوم کے جھنڈے کو قائم رکھیں گے۔ ورنہ ہندوستان کی حاکم قوت پر ایسا زور ڈالا جائیگا۔ کہ وہ ضرور اپنے ہوائی جہازوں کے دل بادل اور بھی ڈریڈ ناٹوں کے زبردست بیڑے اور برطانی افواج کے امواج قاہرہ سے کام لیکر اوم کے جھنڈے کو روزانہ سلام کرایا کرے۔

**برطانوی حکومت ہند۔** اسے کہتے ہیں۔ جو اپنی قوت سے روزمرہ مسلمانوں کو ہندوؤں سے کٹوایا کرے۔ اور اگر کوئی مسلمان شور کرے تو تمام مسلمانوں پر غداری کے الزام لگا کر انہیں جیل خانہ میں بھیجا کرے۔ اگر کوئی مسلمان کسی انگریز حاکم سے ملنے جائے تو اسے دو دو گھنٹے انتظار کرنا پڑے۔ اور ایسا انتظام کیا جائے۔ کہ جو بات وہ کہے وہ غلط سمجھی جائے۔ جو اسلامی اخبار مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرے اس پر مقدمات کے طمانچوں کا موسلادھار مینہ برسایا جایا کرے۔ حضرات سرحدی قبائل کو گولیوں کا نشانہ بنا کر انہیں ایسا دبایا جائے۔ کہ جب کسی میونسپلٹی میں بھنگیوں کا سٹرائک ہو۔ تو وہاں سے پٹھانوں کی ایک کھیپ مال گاڑی میں بھر کر لائی جائے۔ اور وہ میونسپلٹیوں کی خدمت صفائی انجام دیا کرے۔ مسلمانوں کو ایسا دبایا جائے۔ کہ تاج برطانیہ کے نگینوں کا لقب حاصل کرتے ہوئے ہندوؤں کی جوتیوں میں ٹانکے جایا کریں۔ جوتیاں بھی وہ جو پائخانہ کے استعمال کیلئے مخصوص ہوں۔ وکہ ٹھنڈی سڑکوں کی سیر کیلئے۔ جب ہندوؤں سے سامنا ہو جائے تو فوراً زمین پر گر کر ان کی پابوسی کرنا چاہیئے۔ اور اپنی ڈاڑھی سے انکے بوٹ کی گرد صاف کرنا چاہیئے۔ ورنہ اس ملک ہندوستان میں جہاں اپنے لاکھوں جانبازوں کا خون بہا کر انہوں نے صرف گھروں کی جگہ حاصل کی ہے انہیں رہنے کا حق نہ ہوگا۔ سرحدی قبائل کے تمام دیہات و قصبات میں ہندوؤں کی حکومت ہو۔ وہ پٹھان (غنڈوں) کو صرف اپنی مرضی کے مطابق جیب تک جائیں اور جس حال میں رکھنا چاہیں زندہ رکھیں۔ اور جب چیف کمشنر کو نوٹس دیں کہ ان پر ہوائی جہازوں سے گولے برسا دو یہ سزا دیئے جائیں۔ اور جو سوال سرکشمیر سے انکے متعلق کیا جائے وہ ہر بار ہاتھ باندھ کر عرض کریں۔ کہ عالیجاہ مجھے بہادر کا جو حکم ہوگا۔ وہ بجا لایا جائیگا۔ گورنمنٹ آف انڈیا جیسی تابعدار حکومت کی کیا مجال ہے کہ صوبہ متوسط کے خیر خواہ کی گرج کے مقابلہ میں سوائے مذکورہ بالا کے کوئی اور جواب عرض کر سکے۔

**پارسی کون ہے۔** ہندوؤں کا وہ ماں جایا بھائی جو غریب ایران سے مسلمانوں کے مظالم شدید سے نکل کر بھاگا۔ اور اپنے مذہب کی آزادی کیلئے سرزمین مقدس ہند میں اُسے جگہ۔ جائے پناہ ملی کیونکہ دنیا میں اسکا ٹھکانا نہ تھا۔ کیونکہ ساری دنیا میں ایسے پاک نہاد کہاں تھے۔ کہ کسی کے مذہب کی عزت کریں۔ سوائے ہندوستان کے۔ ہندو مذہب کے سوا کونسا ایسا مذہب ہے کہ جو ہر مذہب کو یہ سمجھ کر کہ ہندو رہ سکتے ہیں۔ پس ایسے ملک کے سوا کسی اور مذہب کو امن و صلح کامل ہی کیونکر ہو سکتا ہے۔

**سرحدی ہندو۔** سے مراد وہ ہندو ہے جو سرحدی پٹھانوں کا خون پیتا ہے ... کی جائدادوں کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے اور دنیاوی اپنی خدمت دینے لے۔ اور جب وہ اسکی مرضی کے خلاف نہیں (کیونکہ یہ تو خیال ہی باہر ہے) بلکہ کسی ہندو کے خلاف کوئی کام کرے۔ تو فوراً غنیاں اور تاریں حکومت و اخبارات کو دیدی جائیں۔ کہ سرحدیوں نے لوٹ لیا۔ اور دو ہزار روپے نکالے۔ ہندو مار دیئے۔ ہندو بیکس عورتوں کو زبردستی پکڑ لیگئے۔ اور ان الزامات کے ثبوت کے لئے کورا مرد و عورتوں کو جعلی گواہ بنا کر پیش کر دیا جائے۔

**سرحدی صوبہ میں مودت و محبت۔** ان افعال کا نام ہے۔ جو سرحدی معزز پٹھان صاحب حکومت و ثروت ہندوؤں کی خوشی حاصل کرنے کے لئے کیا کریں۔ خواہ ان کا مذہب ہاتھ سے جائے۔ خواہ انکی قوم تباہ ہو۔ خواہ ان کی عزت برباد ہو۔

**ہندوؤں کی ہندوستان میں حفاظت۔** سے مراد یہ۔ کہ انکے احکام کی پوری تعمیل کیجائے۔ اور جہاں جہاں انکی ضرورت ہو وہاں انگریزوں کا خون بہایا جائے۔ جہاں وہ نہ ہوں وہاں ٹامیز انگلستان سے آکر رہیں اور طوفانوں اور ہوائی جہازوں کی تعلیمانی جائیں کریں۔ لیکن عالیشان محلوں میں ہندو رہیں۔ اور انکے لئے اعلیٰ درجہ کی سڑکیں بنائی جائیں جن پر انکی دیویاں سیر کیا کریں۔ انکے لئے تجارتی منڈیاں کھولی جائیں۔ اور تمام سامان تجارت جمع کیا جائے۔ لیکن ہرگز کوئی نفع مانچسٹر کو نہ پہنچایا جائے۔ بلکہ مانچسٹر کی منڈی کو آگ لگا دی جائے۔ اور مکمتدر کو جو ہندو کارخانوں کا بنا ہوا معنت اپنے جہازوں پر لیکر سارے ہندوستان میں پہنچایا جائے۔ مسلمانوں کو سب سے پہلے تباہ کیا جائے۔ جب فرصت ہو تو سکھوں کو تباہ کیا جائے۔ پھر صاحب بہادر فوراً تشریف انگلستان لیجائیں۔ اور اپنے جہاز و سامان حرب لالہ صاحبان کے سپرد کر جائیں۔ اور وعدہ کر جائیں کہ جب کبھی غنڈے پٹھان آپکی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گے تو دیر نہ جانیئے ہم حاضر خدمت ہونگے۔ اور بعجیر ہمارا دستہ آپ کی حفاظت کریگا۔

**شدھی اور سنگھٹن۔** وہ کلمہ ہے جس کے زور سے مسلمانوں کو تباہ کیا جائے۔ اور جو انہیں نیکیوں اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ اور محبت و مودت اور پاکیزہ وطن پروری اور قومیت ہندوستان کا بہترین مکتب بنایا جائے۔ جہاں لڑکیوں کو تعلیم ہو کہ وہ مسلمانوں کا خون پینا سیکھیں۔ لڑکوں کو تعلیم ہو کہ ہر وقت مسلمانوں سے لڑنے کیلئے اسباب پیدا کرو۔ گھر میں اور گر دو پیش میں رہنماؤں کا انبار۔ لاٹھیوں کا ڈھیر۔ تلواروں۔ بندوقوں کا سامان میسر کر کے رکھو اور تقسیم کا کاروبار ہر وقت تیار رکھو۔ چھیڑ چھاڑ کرو۔ اس طرح کہ کسی راہگیر کو مار دو پھر شور مچا دو۔ تھانہ میں فوراً رپورٹ کر دو۔ کہ ایک ہندو کو مسلمانوں نے مار دیا۔ کچھ اخبار کے نمائندے جو ہمارے لئے لکھتے ہیں فوراً لیکر مطبعوں میں پہنچ جائیں۔ اور دنیا میں خبر دیدیں کہ ہندوؤں پر ظلم ہو کر ستم ہوا۔ اسوسی ایٹڈ پریس اپنا کام فوراً کرے۔ کچھ حکام کے پاس پہنچ جائیں اور ان کے کان بھر دیں۔ کچھ گورنر کے پاس پہنچ جائیں اور مسلمانوں کے مظالم کی داستانیں سنائیں اور یہی بس نہ کہیں بلکہ یہ انتظام کریں۔ کہ سہوا ئی اصل واقعہ کی ہوا نکل جائے۔ کہ پہلے مسلمان کو مار دیا ہے۔ کچھ گورنمنٹ کو دھمکیاں دیتے رہیں کہ فوراً مسلمان ظالموں کو سزا دیں فوراً پولیس اور فوج سے مسلمانوں کو قطعی خارج کر دیں۔ یہ کیا ستم ہے کہ انصاف کا خون ہوتا ہے کہ اس محکمہ پولیس میں کنسٹیبل مسلمان زیادہ ہوں۔ کیونکہ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ موجودہ حالت جو دوسرے محکموں کی ہے کہ وہ محض ہندوؤں کیلئے ہیں۔ اور کسی کا دخل ہرگز نہیں۔ نہ ہو۔ یا برائے نام ہو۔ یہی صورت پولیس میں بھی ہو۔ بلکہ اگر کمی تنخواہ کے سبب ہندو پسند نہ کریں تو یہی انصاف ہوگا۔ کہ انہیں زیادہ تنخواہ دیجائے اور مسلمانوں کو تھوڑی دیجائے۔ پس ایسے کارخانوں کو سرچشمہ رحمت الٰہی ظاہر کیا جائے۔ اور جو احکام ان سے نکلیں۔ وہ سر آنکھوں سے بجا لائے جائیں۔ اور مسلمانوں اور سکھوں کو جبراً ہندو بنا کر یو صاحب بہادر ۳۱ ل

ہ کو نوٹس دیا جائے کہ یا تو آپ تشریف لیجائیں۔ یا پھر گونڈ میسو کی طرح آپ بھی یہاں رہیں۔ اور آریہ تہذیب کے پاک چشموں سے سیراب ہوں۔ مگر ذرا ان کی مدح کے گیت گائے جائیں۔ اور ماں کو محبت و پریم کے جذبات وطن کی پرورش کا کشف تو

# تحریک شدھی ہندو مذہب کے نقطۂ خیال سے

(از جناب مرزا محمد شفیع صاحب دہلوی قادیان)

کچھ عرصہ سے آریہ سماج نے کمزور جاہل اور مذہب سے ناواقف مسلمانوں اور اچھوت اقوام کو اپنے مذہب میں شامل کرنے اور ان کو ہندو بنانے کی جو مسلسل کوشش شروع کی ہے۔ اور باوجود آریہ سماج سے مذہبی اختلاف کے ہندوؤں کے دیگر فرقوں نے اس تحریک میں آریوں کو ہر طرح کی مدد دی ہے۔ اس سے سخت تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح یہ قوم اپنی چند روزہ دنیاوی اغراض کے لئے اپنے دین اور مذہب کو خیرباد کہنے کیلئے تیار ہو گئی ہے۔ بیشک ہر قوم میں ایسے افراد ہوتے ہیں۔ جو اپنی نفسانی اغراض یا ذاتی مفاد کے لئے اپنا دین اور اپنا ایمان چھوڑ دینے کو بہت جلد تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ساری کی ساری قوم کا اپنے مذہب کے بنیادی اصول کے خلاف دنیاوی فائدے کی خاطر اس قدر جدوجہد کرنا صرف ہندو قوم سے ہی مخصوص ہے۔ اور یہ بدنصیبی صرف ہندو قوم کے ہی حصہ میں آئی ہے۔ کہ وہ اپنے بڑے سے بڑے مذہبی حکم کو اپنے مطلب کیلئے فوراً قربان کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتی۔ آریہ قوم سے بارہا مطالبہ ہو چکا ہے۔ کہ جب کہ پنڈت دیانند جی مہاراج نے رنڈوے مردوں اور بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کو ناجائز ٹھہرایا ہے۔ اور ان کیلئے وید مقدس کی رو سے صرف نیوگ ہی کو نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ تمام آریہ قوم میں کوئی بھی ایسا رشید انسان نہیں۔ جو قوم کے خلاف آواز بلند کرے کہ وہ کیوں روزانہ علی الاعلان بیواؤں اور رنڈوؤں کی شادیاں کرا کر ستیارتھ پرکاش کے ان احکام کی خلاف ورزی کر رہی ہے۔ جو اس کتاب کے چوتھے باب میں درج ہیں۔ کیا یہ اس قوم کی اپنے مذہب سے بے تعلقی اور اپنی مطلب پرستی کی بین دلیل نہیں۔

اس زبردست مطالبہ کے متعلق ہم سر دست اتنا ہی کہکر اسوقت تحریک شدھی کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جیسے آریہ سماج نے اپنا مقدس فرض ظاہر کیا ہے۔ اور ہر طرح کی شرارت چالاکی مکاری کو جائز رکھتے ہوئے ہر حالات یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ اچھوت اقوام کو ہندوؤں میں شامل کیا جائے۔ یا مسلمان توحید پرست قوم کو ۳۳ کروڑ معبودوں کا پجاری بنایا جائے۔ ہندو مذہب جن زبردست اصولوں پر قائم ہے۔ وہ نہ وید مقدس پر ایمان ہے۔ اور نہ جنیو کا استعمال اور نہ گاؤکشی یا چیوہتیا کی تردید ہے۔ کیونکہ ان امور کے کرنیوالے اور نہ کرنیوالے دونوں ہندو کہلاتے ہیں۔ بلکہ ہندو مذہب کا بنیادی اصول مسئلہ اواگون یا تناسخ ہے جس پر کہ ان کے خیال کے مطابق یہ سلسلہ کائنات قائم ہے۔

# تحریک اتحاد

(از عبدالمجید صاحب احمدی جہلم)

عشرتِ عالم کا ہر نظارہ ہے راحت فزا ... ظلمتیں بھی ہو گئی ہیں آج کل اختر نما
آج کل ہر قوم ہے مصروفِ ربط و اتفاق ... اتحاد و قومیت کا ہے ترقی پر مذاق
اے مسلمانانِ عالم غفلتوں سے ہوشیار ... تا کجا آخر یہ مدہوشی یہ غفلت یہ خمار
آج جمعیت کا شیرازہ ہے کیوں بکھرا ہوا ... کچھ بتاؤ تو وہ ربط انس و الفت کیا ہوا
کس لئے تم اپنی حالت سے ہوئے ہو بیخبر ... کیوں نہیں کرتے تباہی پر تم اب اپنی نظر

کیوں نفاق و بغض سے دل کو مکدر کر لیا؟
اپنے ہاتھوں سے خود اپنا حال ابتر کر لیا!

وقت ہے اب بھی کہ تم غفلت کو اپنی چھوڑ دو ... باہمی بغض و عداوت کے یہ رشتے توڑ دو
سینۂ تاریک کو روشن کرو انوار سے ... صاف دل ہو کر ملو ہر مسلم نادار سے
وقت نازک ہے دکھاؤ تو کچھ سرگرمیاں ... چھا رہی ہیں کفر کی ہر سمت گہری بدلیاں
دشمنِ اسلام لاکھوں ہو رہے ہیں آج کل ... متحد ہو کر خدارا اب تو جاؤ تم سنبھل
ترک کر دو چھوڑ دو سب اختلاف باہمی ... ایک دل ہو کر بڑھاؤ اپنی شانِ زندگی

روک لو بکھرے ہوئے شیرازۂ اسلام کو
خوش نصیبی سے بدل دو قسمت ناکام کو

فرقہ بندی چھوڑ دو آ جاؤ سیدھی راہ پر ... متفق ہو جاؤ فرمانِ رسول اللہ پر
دنگ رہ جائیں عدو بھی ہو اک ایسا انقلاب ... اتحاد قوم کا پیدا نہ ہو کوئی جواب
نعرۂ اللہ اکبر سے دلوں کو دو ہلا ... ہے یہی اسلام کے شیروں کی روحانی غذا
کفر کی تاریکیاں مٹ جائیں گی نکھرے سے ... دل لرز جائیں گے ہر کافر کے اس تدبیر سے
چھوڑ کر ناچاقیاں مہر و محبت سے رہو ... اب تو سب آپس میں ملکر انس و الفت سے رہو

اتحاد ایسا ہو پھر کچھ تفرقہ پیدا نہ ہو
دل کا آئینہ نفاق و بغض سے میلا نہ ہو

دانت کھٹے دشمنوں کے اس طرح ہو جائینگے ... ان کے منصوبے جو ہیں پورے نہ ہو سکیں پائینگے
غلبۂ کفار کب تک حق سے دیکھا جائے گا ... لشکرِ اسلام آخر کفر پر چھا جائے گا
اے مسلمانو تمہارا فرض اول ہے یہی ... متحد ہو کر رہو تم سب بصد عیش و خوشی
دشمنوں کی ہمتیں پادر ہوا ہو جائیں گی ... شورشیں جتنی ہیں سب اک دن فنا ہو جائینگی
لو لگاؤ تو خدا سے وہ بڑا غفار ہے ... آگیا گر جوش رحمت کو تو بیڑا پار ہے

پھونک دو اک روح نو بن جاؤ جان اتحاد
پھر دکھا دو ملتِ بیضا کی شانِ اتحاد

# مونگھیر میں جلسہ

(تار بنام الفضل)

سید حیدر شاہ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں کہ ۲۲ اور ۲۳ اگست کو بمقام مونگھیر انجمن احمدیہ کے اجلاس منعقد ہوئے جنمیں مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری اور حافظ جمال احمد صاحب نے نہایت عالمانہ اور بلند پایہ تقریریں کیں جن کو مسلمان مرد اور عورتوں نے توجہ اور دلچسپی سے سنا اور ان پر عمل پیرا ہونے کا اقرار کیا۔

اور ہر نعمت یا سزا جو دی روح کو یہاں مل رہی ہے۔ وہ اس کے پہلے اعمال کے نتیجہ میں ہے۔ غالباً اس اصول کی صداقت پر مضبوط ایمان کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ اس زمانہ سے پیشتر کے ہندو کبھی یہ جایز نہیں رکھتے تھے۔ کہ کوئی اچھوت یا دوسری قوم کا انسان ہندو مذہب میں شامل ہو۔ کیونکہ انکے عقیدہ کی رو سے جبکہ پرمیشر نے کسی روح کو اس کے پہلے کرموں کے نتیجہ میں مختلف جونوں سے گذار کر ان کو اچھوت یا مسلمان وغیرہ قوم میں بطور سزا جنم دیا ہے۔ تو پھر کسی ہندو کو کیا حق ہے۔ کہ ایسے مجرم کو سچائی کا راستہ دکھلا کر پرمیشر کے کاروبار میں دخل دے۔ دنیاوی حکومتیں بھی کبھی پسند نہیں کرتیں۔ کہ انکے مجرموں کو انکی رعایا کا کوئی بلقہ جبراً جیل خانہ سے آزاد کرائے۔ اسکے علاوہ پہلے ہندوؤں کو جو اپنے مذہب سے آجکل کے ہندوؤں سے زیادہ واقف تھے یہ بجا احساس تھا۔ کہ ان کا کسی کو ہندو قوم میں ملا لینے سے فائدہ کیا ہوگا۔ ایک مسلم کا حق ہے۔ کہ وہ اچھوت ہندو آریہ یہودی عیسائی کو دعوت اسلام دے۔ کیونکہ اسکا ایمان ہے۔ کہ ایسے گنہگار انسان کے سچے دل سے تائب ہو کر اور سچائی کی راہ اختیار کرنے پر اسکے پہلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور آئندہ اسلام کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے پر وہ خدا تعالےٰ کی رحمت اور اس کے انعام کا وارث ہو سکتا ہے۔ لیکن ہندو بیچارا تو اس تصور سے ہی کانپتا ہے۔ کہ اسکی بد اعمالیاں کبھی سچی توبہ سے معاف بھی ہو سکتی ہیں۔ ایک سچا دھرمی ہندو اس بات پر تو ایمان رکھتا ہے۔ کہ پرمیشر ہرگز ہرگز کسی گنہگار کی چیخ و پکار اور توبہ کرنے پر اسکے گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ وہ یہ تو جانتا اور خوب سمجھتا ہے۔ کہ وہ خود اور اسکی قوم اور دوسرے ملیچھ انسان اس قدر وسعت حوصلہ رکھتے ہیں۔ کہ اپنے قصورواروں کے قصور معاف کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے خیال میں پرمیشر سے ایسا شریفانہ فعل سرزد ہونا انصاف کے خلاف ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جبتک وید مقدس پر عمل تھا۔ پہلے زمانہ میں نہ کسی غیر ہندو نے ہندو ہونا پسند کیا۔ اور نہ ہندوؤں کو حوصلہ ہوا کہ کسی کو ہندو بنائیں۔ کسی نے ہندو ہونا تو اسلئے پسند نہیں کیا۔ کہ جب ایک ادنےٰ سے ادنےٰ گناہ کی ہندو مذہب میں سخت سزا مقرر ہے۔ اور انسان کمزور ہے جس سے ہمیشہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور کوئی سزا قابل معافی نہیں۔ تو پھر کسی کو کیا مصیبت پڑی ہے۔ کہ ہندو مذہب میں داخل ہو کر ذلیل و خوار ہو۔ اور ہندوؤں کو اسلئے جرأت نہ تھی۔ کہ وہ وید مقدس کے احکام کے مطابق خوب سمجھتے تھے۔ کہ ہم کسی غیر ہندو کو ہندو بنانے میں پرمیشر کا مقابلہ کرنے والے ٹھہریں گے۔ لیکن آج آریہ سماج صرف ہندوؤں کی تعداد بڑھانے کی خاطر اور حکومت سے دنیاوی حقوق حاصل کرنے کیلئے اپنے پرمیشر سے اعلان جنگ

# لنڈن میں مسلم مفاد کے تحفظ کیلئے پولیٹیکل مسلم لیگ کا قیام

## مولٰنا عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے امام مسجد احمدیہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ

شملہ ۲۶ اگست۔ جناب مفتی محمد صادق صاحب بذریعہ اخباری تار مطلع فرماتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ نے تھوڑا عرصہ ہوا مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے امام مسجد لنڈن کو ہدایات ارسال فرمائی تھیں۔ کہ چونکہ برٹش پارلیمنٹ کے بہت کم لوگ ہندوستان کی موجودہ حالت کے متعلق مسلمانوں کے نقطۂ خیال سے واقف ہیں۔ اور عموماً مسلمانانِ ہند کے متعلق ایسا تغافل برتا جارہا ہے۔ پارلیمنٹ کے وہ ممبر بھی جو سیاحتِ ہند کیلئے آتے ہیں۔ ان کو ایسی فضا میں رکھا جاتا ہے۔ کہ جہاں ان کو مسلمانوں سے ملنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اس وجہ سے وہ مسلمانوں کے مفاد کے متعلق کچھ بھی علم حاصل کئے بغیر واپس چلے جاتے ہیں اس لئے ان حالات کے پیش نظر لنڈن میں ایک ایسی پولیٹیکل مسلم لیگ بنائی جائے جس میں ممبرانِ پارلیمنٹ اور دیگر ایسے صاحبِ اقتدار لوگ شامل ہوں۔ جو ہندوستانی معاملات سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ اور جس کا مقصد یہ ہو کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق پارلیمنٹ اور برٹش پبلک کی ہمدردی حاصل کر سکے۔ اور جس طرح نیشنل کانگریس کی دعوت پر وقتاً فوقتاً ممبران پارلیمنٹ ہندوستان آتے ہیں۔ اسی طرح کوشش کرنی چاہیئے کہ مناسب اور موزوں ممبران مسلمانوں کی دعوت پر بھی ہندوستان آئیں۔ اور ان کے دورۂ ہندوستان کا پروگرام اس صورت سے مرتب کیا جائے کہ انہیں مسلمان لیڈروں کے ساتھ میل جول کا پورا پورا موقعہ مل سکے۔ جو مفادِ اسلامی کے متعلق پوری پوری معلومات بہم پہنچا سکیں۔

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کی طرف سے تار موصول ہوا ہے۔ کہ لنڈن میں ایک ایسی مسلم پولیٹیکل لیگ تیار ہوگئی ہے۔ اور آئندہ پارلیمنٹ کے اندر اور باہر مسلم مفاد کے تحفظ کی ہر ممکن کوشش کی جاویگی۔

# شکریہ اور التماس

مجھ جیسا شخص الفضل کے ادارتی فرائض کیلئے ادا کرتا ہوا احباب کرام و بزرگانِ عظام سے مضامین حاصل کرنے کیلئے جس قدر جدوجہد کر سکتا ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ لیکن میں شکرگذاری اور احسان مندی کے جذبہ سے پُردل کے ساتھ ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میری گذارش پر مضمون لکھے۔ مضامین کی خوبی اور عمدگی کے متعلق کیا عرض کروں۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کے مصداق اور اپنے اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت بلند پایہ خیالات پر مشتمل ہیں۔ محترم خواتین کے مضامین خاص طور پر قابلِ تعریف اور لائق داد ہیں۔ میں ان سب اصحاب کا بہت ہی ممنون ہوں۔ اور مزید کرم فرمائی کا امیدوار۔ کیونکہ ارادہ ہے۔ اسی طرح ہر ماہ کے آخر میں الفضل کا خاص ایڈیشن شائع کیا جایا کرے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ جن احباب کرام نے اس دفعہ امداد فرمائی ہے۔ نہ صرف وہ آئندہ بھی اس کا سلسلہ جاری رکھیں بلکہ دوسرے اصحاب بھی اپنے مضامین ارسال فرمائیں۔ اس دفعہ باہر سے کسی دوست نے اس پرچہ کیلئے کوئی مضمون نہیں بھیجا۔ حالانکہ اس کیلئے دو تین بار اعلان کیا گیا۔ امید ہے کہ آئندہ احباب ضرور توجہ فرمائینگے۔ اور ۱۵ ستمبر تک اپنے مضامین بھیجدینگے سلسلہ کے مسلمہ شاعر نظمیں ارسال کرکے ممنون فرمائیں۔

خاکسار غلام نبی ایڈیٹر الفضل ۲۷ اگست ۱۹۲۷ء

# تبلیغی دورہ

۱۔ جناب میر قاسم علی صاحب اور حافظ فضل حسین صاحب ۲۷ اگست ناگپور (سی۔ پی) کے احمدی احباب کی درخواست پر وہاں لیکچروں کیلئے تشریف لیگئے ہیں۔ کم از کم ہفتہ عشرہ وہاں قیام کریں گے راستہ میں آنیوالی جماعتیں اگران کے لیکچروں سے مستفید ہونا چاہیں تو مبلغین کو پتہ ذیل پر اطلاع دیں۔ واپسی کے وقت وہ ان کو وقت دے سکیں گے۔ معرفت عبدالرحیم صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ صدر بازار ناگپور (سی۔ پی)

۲۔ جماعت ہائے کشمیر کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل کو دوبارہ کشمیر کی جماعتوں کی تربیت و تبلیغ کیلئے

# ضروری خبریں

شملہ ۲۴ راگست۔ توہین مذہب کو جرم قرار دینے کے متعلق مسٹر کیرار کا مسودہ قانون طیار کر چکا ہے۔ اس کا نام مسودہ قانون ترمیم ضابطہ فوجداری ہوگا۔ اسکے ذریعہ سے تعزیرات ہند میں دفعہ (۲۹۵) الف میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

جو شخص الفاظ (تحریری یا زبانی) یا اشاروں یا نقوش مرئیہ یا کسی اور طریقہ سے عمداً مذہب کی توہین کرنیکی کوشش کریگا یا دانستہ ملک معظم کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگائیگا یا ایسا کرنیکی کوشش کریگا۔ اوسے دو سال قید اور جرمانہ کی سزا یا قید اور جرمانہ میں سے کوئی ایک سزا دی جائیگی۔ اس جرم کے ارتکاب کرنے والے نہ تو ضمانت پر رہا کئے جائینگے اور نہ اسکے متعلق راضی نامہ ہو سکے گا۔ لیکن گرفتاری وارنٹ کے بغیر عمل میں لائی جاسکے گی۔ اور اس مقدمہ کی سماعت صرف پریزیڈنسی مجسٹریٹ اور مجسٹریٹ درجہ اول کریگا۔ ضابطہ فوجداری میں بھی ضروری ترمیمیں کر دی گئی ہیں۔

آنریبل مسٹر بی۔ چکرورتی وزیر حکومت کے خلاف بھی کونسل بنگال میں عدم اعتماد کی تحریک پاس ہوئی۔

قاہرہ ۲۴ راگست۔ زغلول پاشا انتقال فرما گئے۔ آپ عہد حاضر میں مسلمانوں کے ان چند شیدائی رہنماؤں میں سے تھے جنہیں مسلمانوں کی آئندہ نسلیں فخر و مباہات سے یاد کیا کریگی۔

کلکتہ ۲۵ راگست۔ آنریبل مسٹر اے۔ کے غزنوی وزیر حکومت بنگال کے خلاف لیجسلیٹو کونسل میں عدم اعتماد کی تحریک پیش ہوئی۔ چھیاسٹھ ارکان نے تحریک کے حق میں اور باسٹھ نے اس کے خلاف رائے دی۔ عدم اعتماد کی تحریک کثرت رائے سے منظور ہو گئی۔

بوسٹن ۲۳ راگست۔ سکو اور وینزیٹی تقریباً آدھی رات کے وقت قتل کئے گئے۔ جب انہیں نصف گھنٹہ چالیس منٹ پر انکو اطلاع دی گئی کہ وہ ضرور قتل کئے جائیں گے۔ تو وینزیٹی نے اپنی کوٹھری میں ٹہلتے ہوئے کہا۔ چونکہ یہ امر ناگزیر ہے۔ لہٰذا اس پر راضی ہونا لازمی ہے۔

سیشن جج نے حویلی کابلی مل لاہور کے مقدمہ کا فیصلہ سنایا۔ چار ملزمان ... ہونے کے نتیجہ میں پانچ کو آٹھ آٹھ سال قید با مشقت کی ... کو حبس دوام در یائے شور بعبور۔ پانچ کو بری کر دیا گیا۔

... چھو والی لاہور نے مصطفےٰ کمال پاشا کو ان کے ملک ... ملان کرنے پر مبارکباد کا تار ارسال کیا ہے۔

... شرما اور رگیان چند مصنف و ایڈیٹر ورتمان نے عدالت ... کہ انکو جیل کی سپیشل کلاس میں رکھا جائے اگر ... رکھنے والے اس سلوک کے مستحق ہوتے ہیں ... بھی سپیشل کلاس میں رکھنا پڑیگا۔



## باجلاس جناب چوہدری محمد لطیف صاحب سب جج بہادر درجہ چہارم ترنتارن

(مقدمہ دیوانی ۱۹۲ بابت سنہ ۱۹۲۷ء)

سندر سنگھ ولد خزان سنگھ قوم جٹ ساکن ... تھانہ تحصیل ترنتارن مدعی

بنام

سنتا سنگھ ولد بگا سنگھ قوم جٹ ساکن ... مدعا علیہ

دعویٰ مبلغ ۸۹۰ روپے بر تمسک

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمی سنتا سنگھ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اور روپوش ہے۔ اسلئے اشتہار ہذا بنام سنتا سنگھ مذکور زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر سنتا سنگھ مذکور بتاریخ ۹/۲۷ بمقام ترنتارن حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی مقدمہ اصالتاً یا وکالتاً نہ کریگا تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاویگی آج بتاریخ ۱۶/۲۷ کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم

(منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)